تحسین احمد طالب صدیقی امروہوی

حفیظ
مرادآبادی

ان کا مجموعۂ کلام زیرِ طباعت ہے

عشوا ن

۷۸۶

اشکِ طالبؔ

طالب امروہوی

مرتبہ: جوہر بھارتی

بار اول ———— 500
قیمت ———— ۲۲ روپے
مطبع: نیو زینت پریس امروہہ
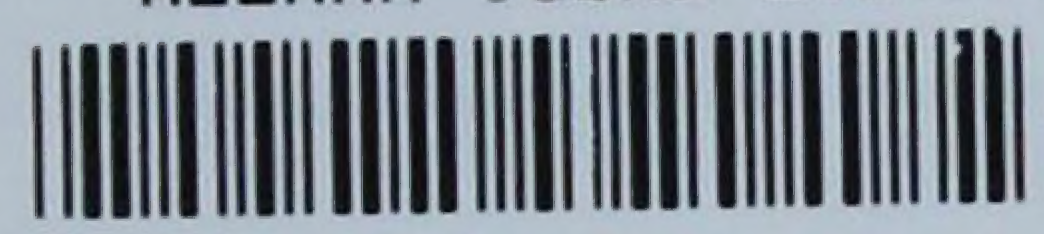
انتساب

حبیب احمد جوہر بھارتی

کے نام

جو زندگی کے ہر موڑ پر دکھ درد میں میرے

معاون و مددگار رہے ہیں

تحسین احمد طالب

ملنے کا پتہ: تحسین احمد طالب دانشمندان امروہہ

۷۸۶

تعارف

(از قلم:۔ منشی انیس احمد انیس امروہوی ادیب کامل ریٹائرڈ ہیڈ کلرک سررشتہ تعلیم)

سرزمین امروہہ معدن علم و فن ہے۔ نہیں معلوم کتنے صوفیائے کرام و اولیاء عظام، مشاہیر، مورخ، نامور ادیب اور شاعر و فنکار اس نے پیدا کیے جن کا شمار نہیں ہے۔ یہ خطہ بڑا ہی مردم خیز ہے۔ جہاں امروہہ دنیائے اردو کی مایۂ ناز و برگزیدہ ہستی حضرت غلام ہمدانی مصحفی کا مولد و مسکن ہے وہیں تحسین احمد طالب کی بھی جائے پیدائش اور سکونت ہے۔

طالب کے والد بزرگوار کا کوئی بڑا کاروبار نہ تھا۔ اسی وجہ سے طالب امروہوی ابتدائی تعلیم کے دوران ہی فکر معاش میں مبتلا ہو گئے اور ان کی اعلیٰ تعلیم ممکن نہیں ہو سکی۔ البتہ بچپن ہی سے انکا رجحان طبع فن موسیقی کی طرف تھا۔ موسیقی سے شغف کے باعث اس میں کافی دسترس حاصل کر لی۔

طالب امروہوی بڑے جفاکش محنتی اور اپنی لگن کے پکّے رہے ہیں۔ ان کی تمام زندگی عسرت سے ہی ہمکنار رہی ہے۔ مگر کسی وقت پست ہمتی کا شکار نہیں ہوئے اور کسی کے سامنے دست طلب دراز نہیں کیا۔ وہ خود کفیل رہے ہیں۔ جرأت مند اور حوصلہ مند انسان کی حیثیت سے گردش لیل و نہار سے ہمیشہ متصادم رہے۔ طالب کی زندگی کے چھپن ۵۶ سال گذر رہے ہیں۔ وہ ابھی بقید حیات ہیں۔ طالب صاحب کو موسیقی سے شغف ہونے کی وجہ سے عنفوان شباب ہی میں انکی موزونیت طبع نے

عالیجناب استاذالاساتذہ حضرت رفیق احمد آسی امروہوی کے فیضِ صحبت کے باعث شعر و سخن کی طرف مائل کردیا۔ چنانچہ طالب نہایت سلیس و سادہ اور آسان و بامحاورہ عام فہم زبان میں نعت و غزل اور قطعات وغیرہ کہنے لگے چند نمونے انکے کلام کے ملاحظہ ہوں۔

کس کس کے در پہ جاؤں کہاں جاؤں کیا کروں
ہائے بختِ نارسا تجھے روؤں کہاں کہاں

رو دیا کیا ہجر کا بیمار پھر
کپکپاتے ہیں در و دیوار پھر

دمِ آخر ہے ناکام ارماں
لپٹ کر رو رہے ہیں زندگی سے

دلِ کیوں ہو مبتلائے عذابِ حساب میں
سلطانِ انبیاءؐ جو ہیں مرے انتخاب میں

طالب کی عمر کے بیشتر ایام مصائب و آلام اور حادثاتِ زمانہ سے دوچار رہے ہیں۔ المختصر طالب کی زندگی میں رنج و محن زیادہ اور مسرت کے لمحے کم ہیں۔ اسی وجہ سے ان کا کلام جہاں سادگی و پُرکاری کا نمونہ ہے وہاں سوز و گداز و دلی احساسات و جذبات کا آئینہ دار بھی ہے۔

دُعا گو ہوں کہ زیرِ نظر مجموعۂ کلام طالب بعنوان "انتخابِ طالب" کو خدا کرے بقائے دوام و قبولِ عوام نصیب ہو۔

نیاز کیش
انیس امروہوی
5/8/83

۵

۷۸۶

اپنی رائے

"اشک طالب":۔ یہ آنسو کسی شاعر ہی کے نہیں ہو سکتے بلکہ دنیا میں لاتعداد انسان ایسے ہیں جن کے دل کو درد، دماغ کو الجھنیں، آنکھوں کو آنسوؤں کا تحفہ ملا لیکن حالات کا مقابلہ کرنے والے ہر پریشانی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے چلے آئے ہیں اور ان کی زندگی کو انہیں حالات سے سہارا ملنے لگتا ہے۔ اور وہ ایسے اسٹیج پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جہاں اُن کی نظر میں دکھ، درد، غم، حادثے کوئی حیثیت نہیں رکھتے انہیں اپنی زندگی کا ساتھی سمجھ کر اپنا لیتے ہیں۔ جیسا کہ اس بند سے ظاہر ہے۔ ؎

کہاں ہے مری بیکسی کو بلا لو جو غم روٹھتا ہے تو اُس کو منا لو
گرے ہیں جو آنکھوں سے آنسو اٹھا لو جگا لو تفکر کی دنیا جگا لو

مری کشتیٔ غم کے یہ ہیں کنارے
خدا کی قسم بس یہی ہیں سہارے
(جوہر بھارتی)

جب انسان حادثات کو زندگی کا کھیل سمجھ کر اُن کے مقابل ڈٹ جاتا ہے تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ بقول غالب ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

طالب صاحب کا بھی ہمیشہ یہی دستور رہا۔ وہ ہر حادثے کا مسکرا کر

استقبال کرتے رہے ہیں۔ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ کامیابیوں سے بڑھ کر ناکامیوں نے طالب صاحب کا ساتھ دیا۔ لیکن وہ ہمیشہ اپنی منزل پر ثابت قدم رہے۔ میری زندگی بھی ہمیشہ حادثات سے ٹکراتی رہی میں اور طالب صاحب دونوں ایک ہی کشتی کے مسافر رہے جو زیادہ تر وقت کے حادثات سے ٹکرائے۔ میں بھی طالب صاحب کے ہونٹوں کو مسکراہٹ نہ دے سکا۔ اکثر طالب صاحب کی زبان سے ایسے شعر سنا آیا ہر اک کے غم کو ہم اپنا ہی سمجھے۔ ہمارے درد کو کوئی نہ جانا جانا۔ ؎

اسی امید پر زندہ رہا ہے آج تک طالب
وہ شاید بھول کر ہی پوچھ لیں حالِ پریشاں کو

کلامِ طالب بعنوان "اشکِ طالب" بڑی خوبیوں کا حامل ہے۔ انسان کی زندگی کے ہر ماحول پر طالب صاحب نے روشنی ڈالی ہے۔ طالب صاحب کا مجموعۂ کلام پڑھنے والوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔

میری دعا ہے کہ خدا کرے اُن کے اس مجموعۂ کلام کو عوام میں مقبولیت حاصل ہو۔ آمین

"جوہر بہاری"

ازقلم:۔
محمد ثاقب حسین صدیقی ثاقب امروہوی۔ ایم۔ اے (سیاسیات، اطلسولاد)
بی۔ ایڈ۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈوکیٹ

سن کے طالب کی غزل آج یہ لوگوں نے کہا
دورِ حاضر میں ابھی فکرِ سخن باقی ہے

طالب امروہوی اردو غزل کے دورِ حاضر میں ایک ایسے نمائندہ شاعر ہیں۔ جنہوں نے روایت سے بغاوت نہیں کی۔ بلکہ اسی اسلوب کو برقرار رکھا ہے اور انھیں روایات کو دہرایا ہے جو میر، غالب، فانی اور حسرت کا طرۂ امتیاز رہا۔ یوں تو طالب صاحب نے اردو شاعری کے سبھی اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن غزل اور نعت و مناقب کا ان کے یہاں ایک خاص سلیقہ اور رکھ رکھاؤ ملتا ہے۔ در اصل طالب خالص غزل کے شاعر ہیں۔ اور غزل میں بھی ان کے یہاں جس جذبہ کی شدت ہے اُسے غم سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اُن کے کلام میں واردات قلبی کا اظہار غم کی شکل میں نمایاں ہے۔ انھیں غم کا عرفان ہو گیا ہے جس کی کیفیت الفاظ میں ممکن نہیں۔ وہ تو صرف ان کا دل ہی جانتا ہے۔ کہتے ہیں ؎

کیسے کیا بتاؤں طالب مرا دل ہی جانتا ہے
جو ہوا ہے فیض حاصل مجھے ذوقِ شاعری سے

ان کا سرمایۂ شاعری محبوب کی یادیں اور اس کا غم ہے جو انکی خوشی اور زندگی بن کر رہ گیا ہے۔ وہ غم زدہ زندگی کو اپنے محبوب کے غم کی

بدولت خوشی میں بدلنے کی جرأت رکھتے ہیں۔ ان کے یہاں غم با انداز نشاط کار فرما نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں ؎

ہوتا نہ غم جو شامل ان کا مری خوشی میں
یہ لطف ہی نہ ہوتا اے دوست زندگی میں

ان کا غم حیات غم دوراں نہیں۔ بلکہ غم جاناں ہے اور زندگی کو اس غم سے فرصت نہیں ؎

غم حیات سے فرصت نہ مل سکی طالب
تمام عمر ادا شرح عاشقی نہ ہوئی

اس غم عاشقی کی شرح کرتے کرتے طالب صاحب سراپا غم بن چکے ہیں انھوں نے سب کچھ لٹا کر محبوب سے بدلے میں غم ہی پایا ہے ؎

میں نے سب کچھ تمھیں پر نذر کر دیا
تم نے غم کے سوا کیا دیا ہے مجھے

انکا دل جس میں کبھی ارمانوں کی قندیلیں روشن تھیں جو محبوب کی محبت سے سجا رہتا تھا۔ اب ایک غمکدہ بن چکا ہے۔ پھر بھی وہ محبوب کو اپنے دل کی دنیا کا نظارہ کرانا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں ؎

آپ دیکھیں تو مرے غمکدۂ دل کی بہار
اور ارمانوں کی دنیا کو سجاؤں کیسے

انکے دل میں محبوب سے ملنے کی تمنا جو انہیں ایک مسرت عطا کرتی تھی اُسکے ہی لئے غموں کو دیکھنا پڑا ہے اور پھر بھی وہ تمنا صرف تمنا ہی بن کر رہ گئی ؎

اُن سے ملنے کی تمنا میں دلِ مضطر نے
اک مسرت کیلئے سیکڑوں غم دیکھ لئے

لیکن غم تو انکی تب زندگی کا مقدر ہو چکا ہے جسکی سحر نہیں ہو سکتی پھر وہ خدا سے اپنی دعاؤں

میں اثر ہونے کیلئے سوالی ہیں ؎

یارب نہ کبھی ہو گی مرے غم کی سحر کیا ہو گا نہ کبھی میری دعاؤں میں اثر کیا

محبوب کا غم ہے اس کی یاد میں ہیں جب اس غم کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو بے اختیارانہ

انہیں کہنا پڑتا ہے ؎

اے حسنِ بے مثال خدا کی قسم مجھے غم نے ترے کیا ہے غمِ دو جہاں سے دور

غم ہی طالب صاحب کا مقدر بن گیا ہے اُن کے دل میں تمام غم جمع ہو گئے ہیں

جتنی خوشیاں تھیں وہ سب گن گن کے رخصت ہو گئیں ؎

جتنے غم دنیا کے تھے سب دل کے مہماں ہو گئے

عشق کی بدولت ملا ہوا غم یاد میں جاتا ہے اور پھر یادوں کی بارات کا

سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ؎

جو ملا تھا تیری الفت کی بدولت مجھ کو آج تک میں وہی غم یاد کئے جاتا ہوں

یہ غم التفاتِ محبوب ہے اس کا کرم ہے اسلئے وہ طالب کو تمام خوشیوں

سے زیادہ عزیز ہے ؎

جانِ کرم یہ سب ترے چشمِ کرم کی بات ہے

کوئی خوشی خوشی نہیں اب ترے غم کے سامنے

ان کا جذبۂ والہانہ انہیں اس منزل پر لے آتا ہے کہ ؎

مزا ذوقِ نظارہ اللہ اللہ

حجاب اُٹھ گئے ہیں درمیاں سے

اور ذوقِ نظارہ کا یہ عالم ہے کہ ؎

نسبت گلوں کو ہے ترے رنگیں لباس سے	تیرا ہی رنگ رخ ہے گلستاں لئے ہوئے

لیکن محبوب کے ان جلووں سے پہلے جس کی تلاش ضروری تھی محبوب کی جستجو کو اس طرح نکلے کہ زندگی کی کوئی پرواہ نہ کی زندگی برابر آواز دیتی رہی کہ اس راہ میں دشواریاں بہت ہیں۔ کہتے ہیں کہ ؎

آواز ہر قدم پہ ہمیں زندگی نے دی	ان کی تلاش میں جو چلے اپنے گھر سے ہم

یہ تلاش ذوقِ جستجوئے جاناں کی بدولت ہوتی ہے۔ اس تلاش میں نہ منزل کی دوری کا احساس ہوتا ہے اور نہ راہبر کی ضرورت تنہا سفر کرنا پڑتا ہے کہتے ہیں ؎

تری تلاش میں اب ذوقِ جستجو کی قسم
نہ فکرِ دوریِ منزل نہ راہبر کی تلاش

یہ جستجو یہ ذوقِ عاشق پر ایک جنون طاری کر دیتا ہے لیکن اس جنونِ عشق میں عاشق کو اتنا تو ہوش رہتا ہے کہ وہ جنونِ عشق سے یہ سوال کر سکے ؎

جنونِ عشق اتنا تو بتا دے
کہاں تھا میں یہاں آیا کہاں سے

یہاں تک تو تصورِ محبوب اور جنونِ عشق کی کارفرمائی ہے بہر کیف تلاشِ محبوب جاری رہتی ہے اور اچانک اتفاقاً ایک دن محبوب مل جاتا ہے۔ اس وقت عاشق کی یہ حالت ہوتی ہے ؎

اتفاقاً جب اُن کو پاتا ہوں
جانے کیوں خود کو بھول جاتا ہوں

ہم تو
سمجھے پاتے ہیں جب دمِ خودکو بھول جاتے ہیں ؎
مقابل تیرے ہم ہوتے ہوئے بھی ہم نہیں ہوتے

لیکن محبوب اگر قریب ہوتا ہے تو ؎
بھول جاتا ہوں غمِ زمانے کے   جب وہ میرے قریب ہوتے ہیں
دل کا مدعا محبوب ہے اُس کی یادیں ہیں ان یادوں کے ساتھ آنسو بھی
ہیں - اور جلن بھی ہے دل کی ایسی جلن جو اشکوں سے کم نہیں ہوتی اُس وقت عجب
کیفیت ہوتی ہے ؎   آتشِ دل بجھائی اشکوں سے
پھر بھی محسوس کر رہا ہوں جلن

محبوب کا نام آتے ہی آنکھیں بھر آتی ہیں۔ لیکن یہاں ؎
زباں پر ان کا نام آنے سے پہلے
ہماری آنکھ پُرنم ہوگئی ہے

اور یہ آنکھیں اس لئے پُرنم ہوتی ہیں کہ ؎
اشک پونچھیں وہ اپنے دامن سے
اس تمنا میں عمر بھر روئے

بعض اوقات شاعر سراپا غم بن جاتا ہے اور حادثے مقدر بن جاتے ہیں۔
؎ طالب یہ حقیقت ہے کہ ہم روزِ ازل سے
طوفانِ حوادث میں گرفتار رہے ہیں

تمام زندگی غموں میں بسر ہونے سے کوئی لمحہ خوشی کا نہیں آیا کہتے ہیں ؎
حال پوچھو نہ اس زندگی کا   کوئی لمحہ نہ آیا خوشی کا

ہ سُنائیں کیا ہماری زندگی کے
بڑے پُر درد افسانے ہوئے ہیں

شاعر کیوں نہیں مسکرایا، اس بات کو کوئی نہیں سمجھا بلکہ شاعر کا پریشان حال دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنھیں محبت کا پتہ ہی نہیں ایسی حالت میں شاعر خدا سے کہتا ہے ؎

جو میرے حالِ پریشاں پہ مسکراتے ہیں
خدا اُنھیں بھی محبت سے آشنا کر دے

وقت غم پر غم دیئے جاتا ہے اور زندگی تلخ سے تلخ ہوتی جا رہی ہے غموں سے گھبرا کر شاعر کے لب پر آخر یہ آہی جاتا ہے ؎

باز آیا میں جینے سے طالب
زندگی کا خیال چھوڑ دیا

آخر وہ گھڑیاں قریب آجاتی ہیں جسے شامِ فراق کہتے ہیں شاعر اُس سے اس طرح گلے ملنا چاہتا ہے جیسے رخصت کے وقت کسی عزیز سے گلے مل کر خدا حافظ کہا جاتا ہے ؎

آ کہ سینے سے لگا لوں تجھ کو اے شامِ فراق
کل نہ جانے تو کہاں ہو ہم خدا جانے کہاں

شاعر شامِ فراق سے رخصت ہوتے ہوئے محبوب سے کہتا ہے ؎

ابھی تک بھولنے والے تجھے ہم یاد کرتے ہیں
وہ دن بھی آ[illegible] والا ہے تجھے ہم یاد آئیں گے

طالب صاحب کے ان اشعار میں شاعر کی محبت، محبوب کا جلوہ، اسکی بیوفائی یادیں اور آنسو ہیں اسکی حسرتوں کا خون ہے اور مکمل کلام طالب غم کی ایک ایسی داستان ہے جو میر، غالب، فانی، اور حسرت جیسے کتنے شعراء اپنے درد بھرے لہجے میں سنائی ہے پھر بھی نئی لگتی ہے شاعر نے اپنی شمع ہستی کو جلا کر وہ شمع وفا فروزاں کی ہے جو جلتی رہے گی، روتی رہے گی اور رلاتی رہے گی۔ طالب کا کلام غموں کی داستان ہے، جو اہلِ دل کے لئے ہے اُنکے شعر ہنسنے ہنسانے کیلئے نہیں۔ بلکہ رونے رُلانے کیلئے ہیں ؎

اہلِ دل روئیں گے جس کو یاد کر کے میرے بعد
چھوڑ کر اک ایسے غم کی داستاں جاتا ہوں میں

طالب کے اشعار اداس دلوں کیلئے ہیں وہ غم بھی ہیں اور غم کا مداوا بھی ہیں۔ لوگ وقت کے تاروں کو مضراب غم سے چھیڑتے رہیں گے اور غزل سناتے رہیں گے ؎

مضراب غم سے وقت کے تاروں کو چھیڑ کر
طالب غزل سناؤ میرا جی اداس ہے

جی کی اداسی طالب کی غزل سے کم نہ ہوگی۔ بلکہ وہ دل میں اور سوز پیدا کر دے گی۔ سننے والوں کو کہنا پڑے گا ؎

ہر اک شعر ہی پرسوز ہے ترا طالب
کوئی کلام نہ دیکھا ترے کلام کے بعد

میں نے طالب صاحب کے کلام سے چند اشعار لے کر اُن کی سرسری

تشریح اس لئے کی ہے کہ طالب کے کلام کو سمجھنے کے لئے اُن کا تجزیہ کرنا ضروری تھا۔

طالب کی غزلوں میں جو جذبہ کار فرما ہے اس کو ہم فلسفۂ غم کہہ سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ طالب کے کلام میں صرف فلسفۂ غم ہی ہو بلکہ اُن کا دیوان ہر قسم کے ذوقِ شاعری رکھنے والے کے لئے مصالحہ فراہم کر دیتا ہے اپنی اپنی پسند کے اشعار چنے جا سکتے ہیں۔

طالب صاحب نے زبان بھی سادہ استعمال کی ہے۔ محاورات کا بھی برمحل استعمال کیا ہے اُن کے کلام میں وہ سب مواد موجود ہے جو ایک اوسط شاعر کے یہاں ہوتا ہے۔

طالب کے کلام کو پڑھ کر آپ اُن کی شاعری اور فکر و فن کی طرف سے مایوس نہ ہوں گے۔

آج کے دور میں اردو شاعری کا دیوان شائع کرانا بڑی جسارت کا کام ہے۔ اور وہ بھی اُس رنگ میں جو قدما کا طرۂ امتیاز رہا ہو۔ بہر حال طالب صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ خدا سے دُعا ہے کہ ان کا مجموعۂ کلام "اشکِ طالب" ہر خاص و عام میں مقبول ہو۔ اور پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جائے۔

ثاقب امروہوی

اِحتساب

میں کیا اور میری بساط کیا ہیچمداں نے اپنے دلی جذبات و خیالات کو یکجا جمع کر کے مجموعۂ کلام بعنوان "اشکِ طالب" پیش کرنے کی سعی کرنے کی جرأت کی ہے۔

یہ ناسپاسی ہوگی جو میں اپنے استاذی حضرت صوفی رفیق احمد صاحب آسیؔ نقشبندی مرحوم امروہوی کی ممنونیت کا اظہار نہ کروں، مجھے شعر و سخن کا مبتدی بنانے میں اُن کی کرم فرمائی کو بڑا دخل ہے۔ جو میرے لئے باعثِ صد افتخار ہے۔

میں اپنے دیرینہ ساتھی حبیب احمد جوہرؔ بھارتی امروہوی کا کس دل سے اظہارِ تشکر کروں جنھوں نے "اشکِ طالب" کے مرتب کرانے میں میری رہنمائی فرمائی۔ اور جو زندگی کے ہر موڑ پر میرے معاون و مددگار رہے ہیں۔

احقر نے اپنے دلی جذبات و احساسات کو اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کی شکل میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ امید ہے کہ قارئینِ کرام

میری کم مائیگی و بے بضاعتی سے صرفِ نظر کر کے میری حوصلہ افزائی
فرمائیں گے۔

زیرِ نظر مجموعۂ کلام "اشکِ طالب" کی طباعت و اشاعت کے لئے
بھائی فاروق صاحب منصوری نے تحریک کی اور میرے کرم فرما
جناب مستری ظہور احمد صاحب سیفی محلہ دانشمندان امروہہ نے
اس سلسلہ میں بہت زیادہ اعانت فرمائی اور جناب بابو حفیظ اللہ صاحب
حفیظ مرادآبادی اسلحہ ہیڈ کلرک کلکٹریٹ مرادآباد، جناب
لطیف بھائی رحمٰن بھائی محلہ قانون گویان مرادآباد، جناب حاجی
حشمت اللہ صاحب ظہیر پروپرائٹر: حنا ٹیکسٹائل پرنٹنگ ورکس محلہ لال مسجد امروہہ
جناب ڈاکٹر لکھمی چند صاحب بھارگو بازار شوال امروہہ — اور
کرشن مراری لال صاحب سکسینہ نائب تحصیل دار امروہہ
ان حضرات کی جد و جہد و معاونت سے میرا مجموعۂ کلام پایۂ تکمیل تک پہنچا۔
میں ان سب کا ممنون و احسان مند ہوں۔

اور دیگر میرے احباب نے جو اس سلسلہ میں میری مدد فرمائی اور
اپنا بیش قیمت وقت صرف کیا اور مفید مشوروں سے نوازا اور میرے
تئیں اظہارِ ہمدردی کر کے احسان مند کیا۔ اور میری ہمت افزائی کی اس کے
لئے میں تمام حضرات کا نہایت ہی ممنون و مشکور ہوں۔

نیاز مند
تحسین احمد طالب امروہوی

حمدِ باری تعالےٰ

حمد کے قابل نہیں میری زباں
جو کروں تعریف تیری میں بیاں
قادرِ مطلق ہے تو پروردگار
تیرے قبضے میں زمین و آسماں
کس کے آگے ہاتھ پھیلاؤں کریم
فضل کر مجھ پر تو میرے مہرباں
دونوں عالم کا ہے تو حاجت روا
تیرے محتاجِ کرم ہیں دو جہاں
اے خدائے پاک اے پروردگار
تیرے جلوے میں ہر اک شے سے عیاں
میں نے ہر ذرے میں پایا ہے تجھے
کب ہے تیری ذات محتاج بیاں
اے خدا دم میں اشارے سے ترے
ہو گئے پیدا زمین و آسماں

جس نے کی معبود تیری ہمسری
اس کا فوراً مٹ گیا نام و نشاں
جب کہ تو ہے میری شہہ رگ کے قریب
پھر میں تجھ کو ڈھونڈنے جاؤں کہاں
تیرا بندہ چھوڑ کر در کو ترے
پا نہیں سکتا کہیں جائے اماں
تجھ سے پوشیدہ نہیں طالبؔ کا حال
میرے مولےٰ مالک کون و مکاں

امت عاصی مضطر کے نگہباں کو سلام
یعنی محبوب خدا سرور ذیشاں کو سلام
جس کی تنویر سے عالم میں اجالا پھیلا
چرخ توحید کے اس مہر درخشاں کو سلام
آج کچھ باد صبا کے ہیں نرالے انداز
یہ بھی کر آئی ہے کیا سرور ذیشاں کو سلام
گر صبا جائے مدینہ تو خدارا کہنا
ہم غریبوں کا بھی سلطان غریباں کو سلام
لذت سوزش پنہاں کا خدا حافظ ہے
زخم ہائے دل محزوں کا نمکداں کو سلام
"دھجیاں ہو جو جنوں خیز محبت میں تری
اپنے دامن کو سلام اپنے گریباں کو سلام
میں ہوں اور روضۂ سرکار دو عالم طالبؔ
میری جانب سے خیال غم ہجراں کو سلام

دل میں امت کا چھپائے ہوئے غم آج کی رات
جا نے معراج کو ہیں شاہِ امم آج کی رات
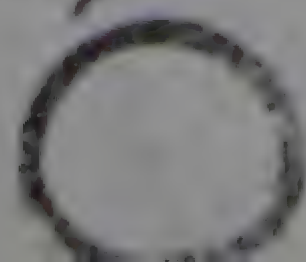
کہکشاں آج بھی دیتی ہے ہمیں اسکا ثبوت
آئی جا دے سے گئے شاہِ امم آج کی رات

جس جگہ حضرت جبریل کے پر جلتے ہیں
اس جگہ پر ہیں نبی نقشِ قدم آج کی رات

فرش سے تا با فلک حور و ملک جن و بشر
کر رہے ہیں نبی او صاف رقم آج کی رات

غیب سے آئی ندا مانگ لے جو جی چاہے
میرے محبوب ہیں دا تا ب کرم آج کی رات

امتِ عاصی مصطفےٰ کی شفاعت کیلئے
سر بھی سجدے میں ہے اور چشم بھی نم آج کی رات

آمد سرورِ عالم کی خوشی میں طالب
بقعۂ نور بنا باغِ ارم آج کی رات

○

کام بگڑے ہوئے سب بنیں گے رنگ دنیا بدلنا پڑے گا
کملی والے کے نقشِ قدم پر ساری دنیا کو چلنا پڑے گا

یہ حقیقت ہے اسمیں نہیں شک حشر میں بخشے جائینگے لیکن
دامنِ مصطفےٰ کو پکڑ کر عاصیوں کو مچلنا پڑے گا

کام جنت کے کرنے ہیں کر لے دل سے غفلت کا پردہ ہٹا کر
بعد مردن سمجھ لے تو بندے دستِ افسوس ملنا پڑے گا

کیا نہ بلوائیے گا مدینہ ایک مدت ہوئی روتے روتے
کیا غم ہجر میں یا میرے آقا زندگی بھر پگھلنا پڑے گا

وہ قیامت میں ہوگا پریشاں جس نے کہنا نبی کا نہ مانا
حشر میں ایسے انساں کو طالب غم کے سانچے میں ڈھلنا پڑیگا

○

دل کیوں ہو مبتلائے غم روز حساب میں
سلطان انبیا ہیں مرے انتخاب میں

تم وہ حسیں ہو دونوں جہاں میں نہیں مثال
لائے کوئی کہاں سے تمہارے جواب میں

بس قبر میں فرشتوں کے ہر اک سوال پر
کر دوں گا پیش نام محمد جواب میں

ہے کون اے حضور شفیع گناہگار
جز معصیت ہے کیا مری فرد حساب میں

چل اے صبا مزار محمد پہ لے کے چل
حسرت ہے اور کیا دل خانہ خراب میں

للہ اک نگاہ کرم سے نواز دو
جان حزیں پھنسی ہے بڑے ہی عذاب میں

پڑھتا ہوا درود ہو یہ طالب حزیں
جس وقت پیش ہو در عالی جناب میں

○

مری زباں پہ بصد احترام آتا ہے
خدا کے بعد محمد کا نام آتا ہے

یہ کیسا شور قیامت اٹھا قیامت میں
ضرور کوئی نبی کا غلام آتا ہے

کہا خدا نے کہ پہلے حساب رحمت میں
مرے نبی تری امت کا نام آتا ہے

جبین شوق بڑا احترام لازم ہے
دیار سرور عالی مقام آتا ہے

تمہارا نام حبیب خدا خدا کی قسم
غریب امت عاصی کے کام آتا ہے

یہ شان سرور عالم کہ عرش سے طالب
ہر ایک لمحہ درود و سلام آتا ہے

○

ہوئے مکے میں جس دم وہ شہہ عج لغز پیدا
ہر اک ظلمت کدے میں ہو گیا نور سحر پیدا

مقیں ہو وجہ تخلیق دو عالم سرور عالم
نہ ہوتے آپ تو ہوتے نہ یہ شمس و قمر پیدا

سبحان اللہ اخلاق نبی کا کیا ٹھکانا تھا
وہ دشمن کے بھی دل میں کر لیا کرتے تھے گھر پیدا

حیات نو ملے ہو زندگی کو زندگی حاصل
تری الفت میں ہو جائے اگر درد جگر پیدا

کسی دن تو بلائیں گے مرے آقا مدینے میں
نہ ہوگا کیا دعاؤں میں کبھی طالب اثر پیدا

○

سر محشر جو شیدائے محمد مصطفےٰ ہوگا
نگاہ شوق سے اسکو خدا بھی دیکھتا ہوگا

نہ بیگانا کوئی ہوگا نہ کوئی آشنا ہوگا
اکیلا قبر میں اپنی ہر اک شاہ و گدا ہوگا

خدا جانے کہ اسدم حال دیوانوں کا کیا ہوگا
نظر کے سامنے جب روضۂ خیر الوریٰ ہوگا

نہیں جب نامۂ اعمال میں اپنے کوئی نیکی
بروز حشر ہم جیسے گنہگاروں کا کیا ہوگا

ادھر سلطان طیبہ رخ سے پردے کو ہٹائینگے
ادھر میری زباں پر مرحبا صلِ علیٰ ہوگا

نہ کیوں مجھ کو مرے آقا مدینے میں بلائینگے
نہ کیوں اک دن مرے دل کا بھی پورا مدعا ہوگا

کسی دن ہم بھی دیکھیں گے نبی کا روضۂ اقدس
کسی دن تو ہمارے دل کا پورا مدعا ہوگا

اسے کیا خوف ہوگا گرمیٔ خورشید محشر کا
جو طالب سایۂ دامان آقا میں چھپا ہوگا

ہے باعث نجات رسول خدا کا نام
محشر میں ہر زباں پہ ہے مصطفےٰ کا نام

آنسو نکل پڑے ہیں مری چشم شوق سے
جب لب پہ آگیا ہے حبیب خدا کا نام

لکھا ہوا ہے عرش معلےٰ پہ دیکھئے
میرے حضور شافع روز جزا کا نام

ملتا ہے ہم کو راہ طریقت میں آج بھی
محبوب کردگار ترے نقش پا کا نام

سمجھایا انتہا سے زیادہ رسول نے
آیا نہ بوجہل کی زباں خدا کا نام

ایسے تھے چاروں یار جناب رسول کے
قائم رہے گا تا بہ قیامت وفا کا نام

میرے تصورات میں آجاتے ہیں نبی
طالبؔ زباں پہ آتا ہے جس دم قضا کا نام

اسی غم میں کملی والے ہوئی تلخ زندگانی
تو ملا مجھے نہ اب تک ملی خاک میں جوانی

یہ بتا دو میرے آقا کہوں کس سے حال اپنا
کوئی اور کیا سنے گا مری دکھ بھری کہانی

یہ کہا خدا نے تجھ سے تجھے عرش پر بلا کر
نہیں کوئی تیرا ہمسر نہیں کوئی تیرا ثانی

یہی جستجو ہے مجھ کو یہی دل میں حسرتیں ہیں
در مصطفےٰ پہ گزرے یہ تمام زندگانی

تجھے کیا میں کیا سناؤں میں شکستہ حال اپنا
مرے اشک کر رہے ہیں مرے غم کی ترجمانی

اسی آسرے پہ طالبؔ ترے در پہ جی رہا ہے
کہ سنیں گے میرے آقا مری دکھ بھری کہانی

○

کتنا حسین و دلنواز میرے نبی کا نام ہے
لائق صد درود ہے قابل صد سلام ہے

طیبہ کی صبح صبح ہے طیبہ کی شام شام ہے
فرش زمیں سے عرش تک جلووں کا اژدہام ہے

صل علیٰ کا شور ہے فرش زمیں سے عرش تک
ذکر شہنشاہ امم دونوں جہاں میں عام ہے

جھوم رہی ہیں رحمتیں میکدۂ رسول پر
بزم حبیب پاک میں مستوں کی دھوم دھام ہے

کہنا صبا جو ہو گزر تیرا در رسول پر
دل میں تمہاری یاد ہے لب پہ تمہارا نام ہے

مجھ کو مرے نصیب نے آج یہ دن دکھا دیا
بزم تصورات میں مجھ سے وہ ہمکلام ہے

سرور دیں شہ امم طالب زار پر کرم
دیر سے آس میں کھڑا در پہ ترے غلام ہے

○

مجبور ہوں اور دل میں ہے ارمان مدینہ
اے فخر امم اے شہ ذیشان مدینہ

نقش قدم سرور عالم کی بدولت
واللہ نکھر آئی ہے کیا شان مدینہ

وہ آنکھ نہیں جس میں نہ ہو حسرت دیدار
وہ دل نہیں جس میں نہ ہو ارمان مدینہ

تم کو نہ پکاریں تو بھلا کس کو پکاریں
ہم حشر کے میدان میں سلطان مدینہ

یہ بات الگ ہے کوئی مانے کہ نہ مانے
ہر سمت زمانے میں ہے فیضان مدینہ

عشاق کی نظروں سے ذرا پوچھئے معلوم
جنت سے بھی اعلیٰ ہے بیابان مدینہ

طالب کو بھی اب روضۂ اقدس پہ بلا لو
سلطان مدینہ مرے سلطان مدینہ

اے صبا کہنا یہ جا کے احمد مختار سے
دل بہت بے چین ہے اب حسرت دیدار سے

مانگنے کا ہو طریقہ مانگنے والا بھی ہو
ورنہ کیا ملتا نہیں سرکار کے دربار سے

اللہ اللہ روضۂ اقدس کی عظمت دیکھیے
رحمتیں لپٹی ہوئی ہیں ہر در و دیوار سے

یہ فضا یہ ماہ و انجم یہ زمین و آسماں
ہیں منور عکسِ حسنِ احمد مختار سے

طالب مولیٰ اگر ہے بندۂ سرکار بن
عشق پیدا کر جناب احمد مختار سے

اے صبا کہنا ذرا میری پریشانی کا حال
میرے محسن میرے آقا سے مرے سرکار سے

خواب ہی میں اپنے طالب کو دکھا دیجے جمال
بار غم اٹھتا نہیں اب طالب دیدار سے

نہ دیکھ اعمال میرے روز محشر دیکھنے والے
لکھا ہے نام احمد لوح دل پر دیکھنے والے

وہ جس دم بخشوائیں گے سیہ کاران امت کو
کھڑے دیکھیں گے سب شان پیمبر دیکھنے والے

جنہوں نے اپنی آنکھوں سے جمال مصطفیٰ دیکھا
وہ کیسے لوگ تھے قسمت تری یاور دیکھنے والے

خدا کے واسطے اے کملی والے بے نقاب آجا
کھڑے ہیں منتظر سب روئے انور دیکھنے والے

تری قسمت پہ مجھ کو رشک آتا ہے سبحان اللہ
ترے سر کی قسم روضے کا منظر دیکھنے والے

سر محشر تری شانِ شہنشاہی شہ عالم
یہ کہہ اٹھے سب ہی اللہ اکبر دیکھنے والے

یہ میں ہوں اور یہ اعمال طالب ہیں مرے مولیٰ
مری بخشش ہے اب تیرے کرم پر دیکھنے والے

ہوئی ہے دولتِ ایماں عطا مدینے سے — ملا ہے ہم کو خدا کا پتہ مدینے سے

برس پڑی مرے پروردگار کی رحمت — لپٹ کے روئی جو میری دعا مدینے سے

اگر میں جاؤں تو لاؤں سنا کے حال اپنا — ہر ایک زخمِ جگر کی دوا مدینے سے

قسم خدا کی امیر و فقیر پاتے ہیں — ہر اک مراد ہر اک مدعا مدینے سے

کسی کے در پہ میں کیوں جا کے ہاتھ پھیلاؤں — مری طلب سے ملا ہے سوا مدینے سے

جو کوئی آتا ہے واں بس نبی کا شیدائی — غمِ جدائی میں روتا ہوا مدینے سے

یہ اور بات ہے طالب ہے ہند میں لوگو
مگر یہ دل تو نہیں ہے جدا مدینے سے
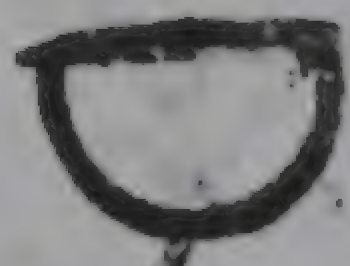
دنیا میں نہ عقبیٰ میں ترا مثل نہیں ہے — تو سرورِ کونین حسینوں کا حسیں ہے

سدرہ پہ جبریلِ امیں بولے نبی سے — اب آگے مری طاقتِ پرواز نہیں ہے

للہ مجھے کبھی تو مدینے میں بلا لو — ہر وقت پریشان مرا قلبِ حزیں ہے

ممتاز دو عالم ہے تری ذاتِ گرامی — شاہد تری توصیف کا قرآنِ مبیں ہے

تم کو نہ پکاروں تو بھلا کس کو پکاروں — حبیب کوئی مرا مونس و غمخوار نہیں ہے

اے سرورِ کونین بس اک تیرے علاوہ — کوئی تری امت کا مددگار نہیں ہے

جائے گا نہ دوزخ میں کوئی بھی ترا طالب
تو رحمتِ عالم ہے یہ طالب کو یقیں ہے۔

تاجدارِ حرم ہو نگاہِ کرم تاجدارِ حرم ہو نگاہ کرم

ایک لمحہ نہیں مرے دل کو سکوں مجھکو اتنا بتا دو کہ میں کیا کروں
مجھ سے اٹھتا نہیں اب جدائی کا غم تاجدارِ حرم

ہم گنہگار ہیں بخشوا لو نبی اپنے دامن میں ہم کو چھپا لو نبی
اب جہنم سے ہم کو بچا لو نبی ہم گرے جا رہے ہیں اٹھا لو نبی
اور کس سے کہیں جا کے حال اپنا ہم تاجدارِ حرم

آپ کے در پہ آنے کا ارمان ہے ہجر میں دل بہت اب پریشان ہے
سخت الجھن میں آقا مری جان ہے آپ کے واسطے سب کچھ آسان ہے
فخرِ کون و مکاں میرے شاہِ اُمم تاجدارِ حرم

ہے اسی میں مری میرے آقا خوشی میں سمجھلوں گا اس موت کو زندگی
دولت دین و دنیا مجھے مل گئی ترا طالب ہو اور سانس ہو آخری
تیرے روضے پہ میرا نکل جائے دم تاجدارِ حرم

○

مرادوں سے مرے آقا میں دامن بھر کے جاؤں گا
میں اپنے مدعائے دل کو پورا کر کے جاؤں گا

مری حالت پہ رحم آجائے گا سرکار ﷺ کو
میں جس دم روبرو آنکھوں میں آنسو بھر کے جاؤں گا

فرشتو مجھ کو مت روکو مری راہوں سے ہٹ جاؤ
میں دیوانہ ہوں اپنے ساقی کوثر کے جاؤں گا

یقیں ہے مجھ سے طوفانِ حوادث خوف کھائینگے
سنانے حال غم جب دین کے سرور کے جاؤں گا

بھلا لیجاؤں گا کیا بار عصیاں کے سوا طالب
میں بخشش کے لئے جب شافع محشر کے جاؤں گا

ہر اک صفت عجیب حبیب خدا میں ہے
وہ بات کب کسی میں ہے جو مصطفیٰ میں ہے

آؤ در رسول پہ مانگیں گے ہر مراد
ہر شے جہاں کی آپکے دست عطا میں ہے

مانا کہ واقعی میں گنہگار ہوں مگر
میرا بھی نام امت خیر الوریٰ میں ہے

اب مجھ کو بھیک دے کہ نہ دے یہ تری خوشی
راضی ہوں میں اسی میں جو تیری رضا میں ہے

للہ آ بھی جائیے امداد کے لئے
ہر امتی پھنسا ہوا دام بلا میں ہے

دنیا سے بے نیاز ہوں عقبیٰ سے بیخبر
دل جستجوئے شافع روز جزا میں ہے

طالب ضرور پہونچے گی باب قبول تک
جب واسطہ رسول کا شامل دعا میں ہے

○
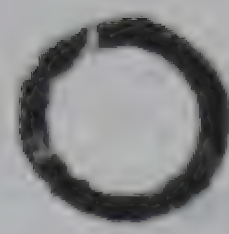
آپ ہیں رہبر شاہِ مدینہ — رحم ہو ہم پر شاہِ مدینہ
بحرِ خدا اک بار دکھا دو — روئے منور شاہِ مدینہ
بگڑی تقدیریں بنتی ہیں — آیئے در پر شاہِ مدینہ
یاد رہے گا دیوانوں کو — دیکھنے کا منظر شاہِ مدینہ
ٹھوکریں کھاؤں یا قبر بنا دو — کب تک در در شاہِ مدینہ
مجھ کو بھی کملی میں چھپا لو — شافعِ محشر شاہِ مدینہ
کوئی نہیں اور کوئی نہ ہوگا — آپکا ہمسر شاہِ مدینہ

طالبؔ کو اک جام عطا ہو
ساقیِ کوثر شاہِ مدینہ

○

مجھ کو درِ آقا پہ صبا ساتھ لئے جا — اب چھوڑ کے للہ نہ جا ساتھ لئے جا
جو کوئی مدینے کو گیا میں نے اسی سے — رو رو کے ہر اک سے یہ کہا ساتھ لئے جا
اللہ دکھائے تجھے دربار نبی کا — جا اور یہ میری بھی دعا ساتھ لئے جا
کہنا مرے آقا سے مرا حال پریشاں — ارمان بھرے دل کی صدا ساتھ لئے جا
ساتھی نہ مجھے چھوڑ اکیلا کہ نہیں ہے — اب ہند میں جینے کا مزا ساتھ لئے جا

طاقت ہے نہ اٹھتے ہیں قدم اے مرے ہمدم
طالبؔ کو بھی روضے پہ ذرا ساتھ لئے جا

پہنچے سر عرش اعظم جب پیغمبر اعظم کیا کہنا
یہ حور و ملک میں شور مچا اے نور مجسم کیا کہنا

امت کی سفارش کیا کہنا اور وعدہ محکم کیا کہنا
معراج کی شب اللہ غنی محبوب دو عالم کیا کہنا

ہر ظلم سہا ہر جور سہا شکوہ نہ کیا اور صبر کیا
یہ طرز ہدایت صل علیٰ اے ہادی اعظم کیا کہنا

مشکل میں تمہارا نام لیا سلطان دو عالم جب میں نے
بگڑے ہوئے میرے کام بنے اے رحمت عالم کیا کہنا

کچھ خوف حساب قبر نہ ہو محشر کا ہمیں کھٹکا نہ رہے
الفت میں تری اے شاہ امم مر جائیں اگر ہم کیا کہنا

اس تیرے کرم پر سر دے دیں قربان دو عالم کی خوشیاں
ہے بس یہ تمنا میری آ جائے حرم سرکار دو عالم کیا کہنا

ہر سمت بہاریں آئی ہیں رحمت کی گھٹائیں چھائی ہیں
طالب نے مرادیں پائی ہیں آ دیکھ پرچم کیا کہنا

ہم پہ کیا لطف و عنایات یہ کرم آپ کے ہیں
خوش نصیبی یہ ہماری ہے کہ ہم آپ کے ہیں

اللہ اللہ یہ ہے شان رسول اکرم
عرش اعظم پہ بھی اوصاف رقم آپ کے ہیں

آپ ہیں نور خدا ختم رسل شاہ امم
ساری دنیا پہ کرم رب کی قسم آپ کے ہیں

انکی قسمت کی بلندی کا ٹھکانا کیا ہے
کشتۂ ناز جو سلطان امم آپ کے ہیں

فہم و ادراک سے باہر ہے سمجھنا انکو
اس قدر امت عاصی پہ کرم آپ کے ہیں

اپنے اعمال، گناہوں کی بدولت طالب
شرم آتی ہے یہ کہتے ہوئے ہم آپ کے ہیں

○

ہو گئے میرے نبی اور میں نبی کا ہو گیا
عشق آقا مرے ہر غم کا مداوا ہو گیا

وقتِ رخصت روبرو ہے آج دربارِ نبی
کتنا اچھا ہے کہ جو قسمت سے ایسا ہو گیا

کب سے ہیں بیتاب نظریں اجنبی طیبہ کیلئے
جذبۂ شوقِ طلب آخر تجھے کیا ہو گیا

سرورِ عالم یہ عالم تیرہ و تاریک تھا
آپ کے قدموں کی برکت سے اجالا ہو گیا

اس کو ہرگز آتشِ دوزخ جلا سکتی نہیں
جس کا حامی سرورِ دیں کملی والا ہو گیا

اے کہ سلطانِ غریباں کیا کہوں کس سے کہوں
آپ کو معلوم ہے جو حال میرا ہو گیا

کہہ دیا خالق نے طالبؔ احمدِ مختار سے
ہو گیا تیرا جو اے محبوب میرا ہو گیا

○

اور کوئی نہ سرِ حشر کسی کا ہو گا
سب کا حامی وہ نبی گیسوؤں والا ہو گا

ساتھ ہو گا نہ کوئی عالمِ تنہائی میں
جب تری قبر میں پرخوف اندھیرا ہو گا

بخشوانے کے لئے آئیں گے کملی والے
حشر کے روز اسی بات کا چرچا ہو گا

لوحِ محفوظ پہ لکھ کر ترا نام حق نے کہا
مرتبہ دونوں جہاں میں ترا اعلیٰ ہو گا

فکر تو یہ ہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کا
جانے کیا حشر سرِ حشر ہمارا ہو گا

مجھ کو تسلیم سبھی کار جہاں ہوں تا صبح
پھر بھی مجھ پر مرے سرکار کا سایہ ہو گا

ڈھونڈ رہے آپ نہ طالبؔ کو غمِ آقا میں
چھپ کے دنیا کی نظر سے کہیں روتا ہو گا

سن لو میرے دل کی بات مجھے اب مدینے بلا لو
کٹتی نہیں غم کی رات مجھے اب مدینے بلا لو

رنج و الم سے چور ہے سینہ
بے بس ہوں اور دور مدینہ
موت ہے گویا حیات مجھے اب مدینے بلا لو

کس سے کہوں میں غم کی کہانی
کون سنے گا میری زبانی
سرور کائنات مجھے ۔ اب مدینے بلا لو

بے پر ہوں نادار ہوں آقا
جینے سے بیزار ہوں آقا
ہو جائے غم سے نجات مجھے اب مدینے بلا لو

تم ہی بتاؤ کس کو پکاروں
شافع محشر کیسے گزاروں
ہجر کی ناگن رات مجھے اب مدینے بلا لو

شکوۂ غم بے جا بھی نہیں ہے
آپ سے پوشیدہ بھی نہیں ہے
طالب کے حالات مجھے اب مدینے بلا لو

زندگی بھر مجھے طیبہ کا نظارا نہ ہوا
ہائے روشن مری قسمت کا ستارا نہ ہوا

اے نبیؐ آپ کی الفت ہے خدا کی الفت
وہ خدا کا بھی نہیں ہے جو تمہارا نہ ہوا

رکھ لیا عرش پہ محبوب کا سایہ رب نے
ایک لمحہ بھی جدائی کا گوارا نہ ہوا

جب بھی مشکل میں لیا نام محمدؐ جس نے
سچ ہے ناکام وہ تقدیر کا مارا نہ ہوا

پار کشتی نہ ہوئی میری بھنور سے جب تک
میرے سرکار مدینہ کا اشارا نہ ہوا

انبیاء بھی یہی سب کہتے ہوئے آئیں گے
یا محمدؐ کوئی محشر میں ہمارا نہ ہوا

جس نے دامانِ نبیؐ چھوڑ دیا اے طالب
دین و دنیا میں کہیں اس کا گذارا نہ ہوا

دکھانے راہِ نجات آئے ہر اک نبی مصطفےٰ سے پہلے
زمانہ تاریکیوں میں گم تھا ظہورِ خیر الوریٰ سے پہلے

خدا نے نورِ حسیں بنا کر رکھا تھا قندیل میں سجا کر
تمہیں تھے عرشِ بریں کی زینت نظامِ ارض و سما سے پہلے

بس اک نگاہِ کرم ادھر بھی میں تجھ پہ بندہ نواز قرباں
ملا خدا سے کسی کو جو کچھ ملا نہ تیری رضا سے پہلے

نہیں ہے کوئی بجز تمہارے مجھے جہنم سے جو بچائے
بڑی ندامت ہے کملی والے مجھے خود اپنی سزا سے پہلے

نہ حور و غلماں کی آرزو ہے نہ خلد کی ہے کوئی تمنا
ہے حرفِ طالب نبی کا طالب یہی کہوں گا خدا سے پہلے

فرقت کی اندھیری راتوں میں جو اشک بہایا کرتے ہیں
جو تیری طلب میں شکوہ کبھی لب تک نہیں لایا کرتے ہیں
جو شمع محبت سینے میں ہر لمحہ جلایا کرتے ہیں
جو ہجر میں تیرے شاہِ امم ہستی کو مٹایا کرتے ہیں
وہ خلدِ بریں میں اپنا مکاں واللہ بنایا کرتے ہیں

کیوں ناز نہ ہو قسمت پہ انہیں پہنچے جو نبی کے روضے پر
اک ہم ہیں بحالِ دیوانہ پھرتے ہیں پریشاں شام و سحر
جب یادِ مدینہ آتی ہے اک چوٹ سی لگتی ہے دل پر
بس دل پہ نہیں چلتا قابو کرتا ہے پریشاں دردِ جگر
ہم ہجرِ نبی میں آتشِ غم اشکوں سے بجھایا کرتے ہیں

معلوم کسے کیا کس دھن میں ہوتے ہیں نبی کے دیوانے
اس راز کو کوئی کیا سمجھے اس راز کو کوئی کیا جانے
کس کی صبح اور شام ہے کیا کیسی بستی کیا ویرانے
خود اپنا بھی ہوش نہیں ان کو کیا اپنے اور کیا بیگانے
دنیا والے جانے کیا کیا افسانے بنایا کرتے ہیں

محتاجِ کرم ہوں اے آقا طوفاں میں بیڑا آن پھنسا
اِک تیرے سوا شاہِ بطحیٰ واللہ نہیں کوئی میرا
سلطانِ دو عالم فخرِ امم ہے کون سہارا بیکس کا
ادنیٰ سا اشارہ کافی ہے ہو جائے گا پار مرا بیڑا
مجبور تو ہر اک مشکل میں تم ہی کو پکارا کرتے ہیں

طالب اس روضۂ اقدس پہ وہ بارش رحمت ہوتی ہے
جس سمت نگاہیں اٹھتی ہیں پُر لطف طبیعت ہوتی ہے
جلووں کا یہ عالم خود اپنی آنکھوں سے شکایت ہوتی ہے
ہر شخص کے دل میں کیا کہئے کچھ ایسی محبت ہوتی ہے
ذروں کو وہاں کی گلیوں کے آنکھوں سے لگایا کرتے ہیں

منقبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

محبوب مصطفیٰ ہو صداقت مآب ہو
ہم جس کے شیفتہ ہیں وہ عالیجناب ہو

صدیق یار غار رفیق شہِ امم
دنیائے معرفت کا تم ہی آفتاب ہو

ثانی نہیں مثیل نہیں بعد انبیا
واللہ بزم دہر میں تم لاجواب ہو

عدل و عطا ہو خلق و وفا ہو کہ اتقا
ہر امتحان خاص میں تم کامیاب ہو

تم سے سکوں نصیب ہیں اہل یقیں کے دل
تم گلشن رسول کا حسن و شباب ہو

اس ذات محترم کا مقدر نہ پوچھیے
ہر وقت جو حضور نبی باریاب ہو

حاصل اسے قرار کہاں طالبؔ حزیں
جو کشتۂ ادائے خلافت مآب ہو

○

تھا پسند ایسا نبیؐ کے دل کو اندازِ عمر — آپ خوش ہو کر اٹھا لیتے تھے سر نازِ عمر

جو حبیبِ کبریا کے حکم سے کی تھی بلند — آج تک آتی ہے کانوں میں وہ آوازِ عمر

تھرتھرا اٹھتے تھے منکر سوچ کر انجام کو — راہِ دیں میں اس قدر اونچا تھا آغازِ عمر

اس نے پہچانا ہے بیشک رازِ عشقِ مصطفےٰ! — جو بھی کوئی ہو گیا قسمت سے ہمرازِ عمر

کہہ دیا کرتے تھے اکثر تاجدارِ انبیاء — ہے نرالی ہر قدم پر فکر پرواز عمر

دشمنِ دیں پردۂ غفلت اٹھا کر دیکھ لیں — صاف ظاہر ساری دنیا میں ہیں اعجازِ عمر

ہے تقاضہ وقت کا طالبؔ اٹھو کیا دیر ہے
دین کا ڈنکا بجا دو چھیڑ دو سازِ عمر

ہے مرے دل میں بھی اب دیدار ارمانِ عمر — دیکھ لوں میں بھی کسی دن روئے تابانِ عمر

آپ کے اوصاف بھی واللہ وہ اوصاف ہیں — جان و دل سے کیوں نہ ہو جاؤں میں قربانِ عمر

آج بھی سوئے ہوئے ہیں زیرِ دامانِ رسول — دیکھ لو شانِ عمر پہچان لو شانِ عمر

گر گئے قدموں پر آ کر کر دیا سب کچھ نثار — ہے دعائے مصطفےٰ کا راز ایمانِ عمر

آپ کے دربارِ عالی کی نہیں ملتی مثال — ہیں شہنشاہوں سے بھی اعلیٰ غلامانِ عمر

خوف دنیا خوف عقبیٰ دور ہو جائیں تمام — ہو تو جائیں یہ مسلماں تابہ فرمانِ عمر

ہو نہیں سکتے بیاں ہو بھی نہیں سکتے شمار
اس قدر اسلام پر طالبؔ ہیں احسانِ عمر

دنیا کا ہر اک ذرہ ذرہ ایمان سے مہکا جاتا ہے
تسکین دل و جاں ہوتی ہے جب ذکر عمر آ جاتا ہے

للہ مدد فرمائیگا اے حضرت فاروق اعظم
شیرازۂ ہستی مسلم کا آ جائیے بکھرا جاتا ہے

یہ رعب کا عالم کیا کہنا لیتا ہوں میں جب نام عمر
موجوں کی حقیقت کچھ بھی نہیں طوفان بھی تھم جاتا ہے

اے باد صبا کیا کھولے ہیں فاروق اعظم نے گیسو
ہستی کا ہر اک گوشہ گوشہ خوشبو سے مہکا جاتا ہے

اس عشق کی عظمت کیا کہیے اس عشق پہ میں قرباں طالب
جو عشق کے بعد مردن بھی قدموں میں جگہ پا جاتا ہے

○

اللہ غنی مرتبہ عثمان غنی کا
اللہ ثنا خواں ہوا عثمان غنی کا

کشتی غم طوفاں سے نکل جائے گی لیکن
ہو جائے اشارہ ذرا عثمان غنی کا

آئی ہے صبا کیا در عثمان غنی سے
مجھ کو بھی بتا دے پتہ عثمان غنی کا

دنیا کی کوئی شے اسے لبھا نہیں سکتی
وہ دل کہ جو دل ہو گیا عثمان غنی کا

طالب کوئی مشکل بھی نہ مشکل نظر آئی
جب نام ذرا لے لیا عثمان غنی کا

منقبت حضرت علی رضی اللہ عنہ

تمام سلطنتِ حق کے تاجدار علی — وقار والوں میں بے مثل باوقار علی

تمہارے نام سے کفار تھرتھراتے تھے — تمہیں ہو صاحبِ اسرارِ ذوالفقار علی

انہیں سے عالمِ ظلمت میں ضو فشانی ہے — ہر ایک سمت ہیں اس طرح جلوہ بار علی

ہر ایک منزلِ دشوار کے مقابل ہیں — مری زبان پہ آتا ہے بار بار علی

کلی کلی کا تبسم تو پھول پھول کا رنگ — برائے گلشنِ اسلام ہیں بہار علی

مری مدد کے لئے آئیے برائے خدا — زمانے بھر کی نگاہوں میں ہیں افتخار علی

علی علی کا ترانہ سنائے جا طالب
ترا سکون علی ہیں ترا قرار علی

○

دنیا میں نامور کوئی عدل و سخاوت میں — علی کا نام ہے مشہور جرأت میں شجاعت میں

خدا نے وہ شرف بخشا ہے تم کو فاتح خیبر — تمہارا نام کام آتا ہے مشکل میں مصیبت میں

نماز اللہ اکبر تیر کھینچا جسم سے جس دم — خدا کے سامنے وہ سر بہ سجدہ تھے عبادت میں

نجف کی سرزمیں پر جس گھڑی میں نے قدم رکھا — ہوا محسوس ایسا آ گیا ہوں جیسے جنت میں

علی مرتضیٰ اک عجب ممتاز ہستی ہے — عقیدت میں طریقت میں عبادت میں شریعت میں

یقیں کامل ہے ہم کو دیکھ لینا رنگ لائے گا — علی کے لاڈلوں کا خون میدانِ قیامت میں

خوشی سے دے دیئے سائل کو فرزندِ حسین طالب
علی نے نام روشن کر دیا بیشک سخاوت میں

منقبت حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

غوث اعظم کا اگر لطف و کرم ہو جائے
دور دنیا کا ہر اک رنج و الم ہو جائے

دل وہی دل ہے کہ جسمیں ہو ترے غم کی چمک
آنکھ وہ ہے جو تری یاد میں نم ہو جائے

غوث اعظم جسے نسبت ہو تمہارے در سے
غیر کے در پہ وہ سر کس لئے خم ہو جائے

شدت درد محبت کی لطافت مت پوچھ
فکر یہ ہے کہ کہیں درد نہ کم ہو جائے

مجھکو دولت کی تمنا ہے نہ دنیا کی طلب
میری قسمت میں ترا نقش قدم ہو جائے

جس گھڑی روضۂ اقدس پہ پہنچ جاؤں میں
ختم قدموں پہ اسی دم مرا دم ہو جائے

ماسوا تیرے نہ کچھ یاد رہے طالب کو
اتنا محکم مرے آقا ترا غم ہو جائے

منقبت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

کرپا کرو مہاراج معین الدین

میں پیاسی تم امرت ساگر
آؤ بھر دو من کی گاگر
مونپہ کرپا کرو

رین اندھیری کیسے گزاروں
میں دکھیاری کسکو پکاروں
مونپہ کرپا کرو

نون لگی ہردے کی بجھائے
تمری اور ہوں آس لگائے
مونپہ کرپا کرو

پل پل موری انکھیاں برسیں
ہر دم تیری دید کو ترسیں
مونپہ کرپا کرو

ناؤ پرانی ہے دور کنارا
طالب کو دو آکے سہارا
مونپہ کرپا کرو

مونپہ کرپا کرو کرپا کرو مہاراج

منقبت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمت اللہ علیہ

خواجہ ہند لولی ہو نگاہ کرم

مرے غریب نواز ہو نگاہ کرم

زمانے بھر کے ہیں ظلم و ستم غریب نواز
کہیں تو کس سے کہیں حال دل غریب نواز
خدا کے واسطے کر دو کرم غریب نواز
پھنسے ہوئے ہیں مصیبت میں ہم غریب نواز

ہو نگاہ کرم

بتاؤں کس کو میں خواجہ اب اپنے حال کی بات
کسے سناؤں میں رنج و غم و ملال کی بات
کسی سے کر نہیں سکتا کوئی سوال کی بات
مری طرف ترے او نے ہے خیال کی بات

ہو نگاہ کرم

ہر اک طرف سے مصیبت نے مجھ کو گھیرا ہے
جدھر کو آنکھ اٹھاتا ہوں میں اندھیرا ہے
سحاب غم مرے سر پر بہت گھنیرا ہے
مجھے تو ہند میں بس اک سہارا تیرا ہے

ہو نگاہ کرم

جو دل کی بات ہے خواجہ تمہیں سنانی ہے
بڑی ہی دکھ بھری خواجہ مری کہانی ہے
سکون قلب ہی حاصل نہ شادمانی ہے
پھنسی ہوئی بڑی الجھن میں زندگانی ہے

ہو نگاہ کرم

اب آگیا ہوں میں خواجہ تمہارے روضے پر
کہیں نہ جائے گا اب چھوڑ کے سنسار در
پریشان حال ہے کب سے یہ طالب مضطر
کھڑا ہوا ہے یہ دامن کو آج پھیلا کر

ہو نگاہ کرم

منقبت حضرت تقی رحمت اللہ علیہ

سنا ہے وہ چمن میں آئیں گے اور مسکرائیں گے
شگوفے کھلکھلائیں گے عنادل چہچہائینگے

فضا مہکے گی اور تارے فلک پر جگمگائینگے
وہ ساقی بن کے آئیں کے مئے وحدت پلائینگے

ترستی ہیں جو آنکھیں ابتک دیدار کو جنکے
مبارک ہو وہ آئیں گے نقاب رُخ اٹھائینگے

رسالت شادماں ہوگی امامت مسکرائے گی
گلستان امامت میں وہ جس دن گُل کھلائینگے

انہیں مجھ سے محبت ہے کریں گے رہنمائی وہ
قدم راہِ شریعت میں جہاں بھی ڈگمگائینگے

مقابل میں نہ ٹھہریں گے کبھی ڈر عدن انکے
تقی کے ہجر میں آنکھوں سے آنسو جو بہائینگے

تقی ہے نام جن کا وہ امام دوریں طالب
جو راہی راہ بھولے ہیں انہیں منزل دکھائینگے

○

یہ بات ہم نے پائی کہ حاجی غلام علی میں
آتے ہیں کام سب کے مشکل میں بیکسی میں

جس سمت دیکھتا ہوں نظریں ذرا اٹھا کر
رحمت برس رہی ہے حاجی تری گلی میں

مرضی پہ تیری آقا یہ زندگی گزاری
میں خوش رہا ہمیشہ حاجی تری خوشی میں

عظمت کو تیری کوئی میری نظر سے دیکھے
کیا ہے مقام تیرا میدان رہبری میں

موسیٰ میاں خدارا جلوہ ذرا دکھادو
اک حشر سا بپا ہے طالب کی زندگی میں

منقبت حضرت شاہ شرف الدین رحمت اللہ علیہ

للہ کرم کی ایک نظر یا شاہِ ولایت بندہ نواز
مارا پھرے دل کب تک میں در در یا شاہ ولایت بندہ نواز

اس موت کو موت نہ سمجھوں میں زیست سمجھوں گا آقا
مر جاؤں ترے قدموں پہ اگر یا شاہ ولایت بندہ نواز

اللہ ہو غنی روزے پہ ترے وہ بارش رحمت ہوتی ہے
دن رات مسلسل شام و سحر یا شاہ ولایت بندہ نواز

جب کھونٹی نگل گئی گوڑے کو ہوش اڑ گئے شاہ قلندر کے
گائے بھی نگل گئی شیر ببر یا شاہ ولایت بندہ نواز

امروہہ میں ہو تم ایسے ہو پھول کٹورے میں جیسے
کوئی بھی نہیں تم سے بڑھ کر یا شاہِ ولایت بندہ نواز

درگاہ میں تیری بچھو کو ہمت ہی کہاں ہے کاٹے جو
دیکھا ہے لوگوں نے اکثر یا شاہِ ولایت بندہ نواز

دل میں یہ ہے تیرے طالب کے سب حالِ پریشانی کہدے
اک دن ترے روضے پر آکر یا شاہ ولایت بندہ نواز

○

پھر آیا سرِ طور وہ پردے سے نکل کے
اے طالبِ دیدار ذرا دیکھ سنبھل کے

ہر گام پہ ملتے ہیں نشانات اجل کے
آئی ہے قیامت ترے انداز میں ڈھل کے

بدلے ہوئے انداز ہیں اترائی ہوئی ہے
کیا کوچۂ جاناں سے صبا آئی ہے چل کے

آنسو مری آنکھوں میں جو تم دیکھ رہے ہو
ٹکڑے دلِ صد چاک کے آئے ہیں نکل کے

منزل تو نہ تھی دور مگر ضعف کا عالم
افسوس کہ ہم رہ گئے دو گام ہی چل کے

موسم بھی سہانا ہے گھٹا چھائی ہوئی ہے
ان مست نگاہوں سے کوئی جام بھی چھلکے

آجائے ترس کھا کے اگر حال پہ میرے
تا حشر نہ بھولوں گا میں احسان اجل کے

اے راحتِ دل جانِ جگر ماہِ درخشاں
قربان دو عالم ہیں تری زلف کے بل کے

آ بیٹھا ہے در پر ترے ناکامِ محبت
اٹھے گا مگر قسمتِ ناکام بدل کے

طالبؔ لبِ جاناں پہ تبسم کا یہ عالم
جیسے سطحِ دریا پہ کھلے پھول کنول کے

○

اٹھا جنوں تو میں اک جوش بے پناہ کے ساتھ

غبار بن کے اڑا ان کی گرد راہ کے ساتھ

زبانِ عشق پہ شاید وہ آ نہیں سکتے

جو غم نصیب ہوئے ہیں کسی کی چاہ کے ساتھ

ابھی ابھی وہ تصور میں جلوہ فرماں تھے

ابھی تو کھیل رہے تھے مری نگاہ کے ساتھ

گزار نے کو گزاری مریض فرقت نے

تمام عمر مگر ضبط بے پناہ کے ساتھ

یہ سب نوازش الفت ہے اور فطرت غم

ہر ایک بات نکلتی ہے دل سے آہ کے ساتھ

جو چاہیں وہ تو بدل جائے ایک لمحے میں

غم حیات بس اک جنبش نگاہ کے ساتھ

الٰہی ضبط و تحمل کی میرے خیر ہو آج

اٹھی ہیں حسرتیں طوفانِ بے پناہ کے ساتھ

کہاں ہے موت مجھے زندگی عزیز نہیں

وہ ظلم کرتے ہیں مجبور بے گناہ کے ساتھ

تصورات کا عالم کہ رات بھر طالب

شبیہ یار پھری منتظر نگاہ کے ساتھ

O

یہ کون آج گاتا ہے غم کا ترانہ کہ آواز بڑھتی چلی جا رہی ہے
کشش کس قیامت کی ہے توبہ توبہ کہ جیسے ہر اک شے کھنچی جا رہی ہے

چھڑاؤ نہ دامن نگاہیں نہ پھیرو مریض محبت پریشان ہوگا
خدارا نہ جاؤ ذرا دیر ٹھیرو کہ دنیا مرے ارماں لٹی جا رہی ہے

عجب کشمکش ہے حدود نظر تک ہیں موجیں ہی موجیں نہیں کوئی ساحل
یہ کیا بات ہے ناخدائے محبت حوادث میں کشتی بھی جا رہی ہے

غم و درد اور حسرت و یاس و ارماں امید آرزوئیں ہجوم تمنا
کسی کی نگاہ کرم کے تصدق مرے دل کی دنیا بسی جا رہی ہے

ذرا روئے روشن سے پردہ ہٹا دے مرے دل سے سب نقش باطل مٹا دے
بنظر عقیدت ترے آستاں پر جبین عقیدت جھکی جا رہی ہے

خدا کے لئے مجھ کو دے اتنی مہلت انھیں دیکھ لوں اک نظر وقت رخصت
پریشان دل ہے وہ آتے ہوں شاید کہاں روٹھ کر زندگی جا رہی ہے

رہا زندگی میں پریشان طالب ہیں مرگ داد وفا اللہ اللہ
مری لاش پر کون یہ مسکرایا کہ پھولوں سے میت چھپی جا رہی ہے

○

سنور جائیں اگر گیسو فضا پر نور ہو جائے
بکھر جائیں زلفیں اگر رخ پر شب دیجور ہو جائے
کسی کے روئے روشن سے جو پردہ دور ہو جائے
مری ہستی کی ہر شے نور سے معمور ہو جائے
شعورِ بندگی اتنی بلندی پر مجھے لے چل
کہ ہر سجدہ حضورِ حسن میں منظور ہو جائے
نگاہ بے رخی سے میری جانب دیکھنے والے
کہیں ایسا نہ ہو یہ شیشۂ دل چور ہو جائے
گزرنا ہے مجھے اب ان حدوں سے ذوقِ مے نوشی
کہ ساقی خود پلانے کے لئے مجبور ہو جائے

خمِ گیسوئے جاناں ارے توبہ ارے توبہ
یہ دل بھی کیا کرے آخر نہ کیوں مجبور ہو جائے
اب اے ذوقِ طلب اتنا اثر آہوں میں پیدا کر
وہ پردے سے نکلنے کے لئے مجبور ہو جائے
اک ایسا جام دے ساقی پلا مخمور آنکھوں سے
یہ طالب زندگی بھر کے لئے مخمور ہو جائے

○

اے شمع نہ رو اور یاد نہ کر اس گزرے ہوئے افسانے کی
پروانے کے دم کے ساتھ گئی جو بات کہ تھی پروانے کی

لے جام اٹھا چھائی ہے گھٹا ہے ٹھنڈی ہوا اور مست فضا
ہو خیر ترے میخانے کی ہو خیر ترے میخانے کی

بیمارِ غم فرقت نے ترے آخر کو تڑپ کر جاں دے دی
تدبیر ہی کوئی چل نہ سکی قسمت سے ترے دیوانے کی

اے راحت دل اے جانِ جگر اے رشک قمر کیا تجھ کو خبر
ہر شامِ الم کس طرح بسر ہوتی ہے ترے دیوانے کی

اٹھ اٹھ کے ڈراتی ہیں موجیں شاید یہ انہیں معلوم نہیں
فطرت ہی ازل سے ہے اپنی طوفانوں سے ٹکرانے کی

وہ کیف مسلسل بخشا ہے ان مست نگاہوں نے مجھکو
میخانے سے کچھ مطلب نہ رہا حاجت نہ رہی پیمانے کی

افسانہ وہ کیا پڑھتے میرا روداد الم ایسی تھی مری
دیکھی نہ گئی طالب ان سے سرخی بھی مرے افسانے کی

مصیبتوں پر مصیبتیں ہیں خوشی کا نام و نشاں نہیں ہے
مگر مرے ضبط کا یہ عالم زباں پہ آہ و فغاں نہیں ہے

مجھی سے شکوہ مجھی پہ برہم مجھی پہ الزام بے وفائی
تمہاری اس بے رخی کا چرچا تمھیں بتاؤ کہاں نہیں ہے

یہ میں نے مانا کہ تجھ سے کوئی نہیں ہے پوشیدہ بات میری
جو راز دل میں چھپا ہوا ہے تجھے خبر مہرباں نہیں ہے

ہزار بار آزما چکا ہوں بڑا ہے بے درد یہ زمانہ
کوئی ہمارا کبھی ساتھ دیگا ہمیں تو یہ بھی گماں نہیں ہے

ہزار پردوں میں چھپنے والا نہ آئے اک دن تو بات کیا ہے
جو ہو کے ناکام لوٹ آئے وہ میری آہ و فغاں نہیں ہے

بتاؤں کیا ہمنشیں میں تجھ کو یہ دیکھتا ہوں اسی چمن میں
یہیں کہیں تھا مرا نشیمن مگر کہیں اب نشاں نہیں ہے

ہزار ہا رنگ کے چمن میں کھلے ہوئے ہیں گل حسیں بھی
بہار بھی ہر طرف ہے رقصاں مگر یہ دل شادماں نہیں ہے

الٰہی آخر یہ بات کیا ہے جو ساتھ رہتے تھے لمحہ لمحہ
اب ان کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہاں ہے کوئی کہاں نہیں ہے

پسند آتے نہیں ہیں طالب مجھے یہ دیر و حرم کے جھگڑے
ذرا نگاہیں اٹھا کے دیکھو کسی کا جلوہ کہاں نہیں ہے

○
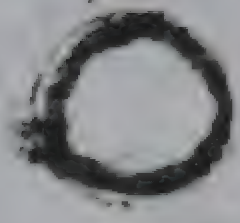
وہ کمسنی سے نکل کر اب تو حسین جوانی میں آ چکے ہیں

قدم قدم پر نئی قیامت ہزاروں فتنے اٹھا چکے ہیں

نہ قصۂ حسن و عشق چھیڑو سنے ہوئے ہیں سنا چکے ہیں

کسی سے دل کو لگا کے ہم بھی سزا محبت کی پا چکے ہیں

وہ صحنِ گلشن میں ہیں خراماں نقاب رخ سے اٹھا چکے ہیں

فضا کو مخمور کر چکے ہیں چمن کے غنچے کھلا چکے ہیں

غم جدائی میں دیکھ لینا مری وفاؤں کو یاد کر کے

وہ خود بھی روئیں گے اک نہ اک دن مجھ کو اکثر رلا چکے ہیں

وفا کی امید اور ان سے ہے جن کا پیشہ ستم شعاری

اب اور کیا آزمائیں ان کو ہزار بار آزما چکے ہیں

یہ ناز و انداز حسن و شوخی حسین تبسم رہے سلامت

تمہارے دلکش حسین جلوے ہمارے دل میں سما چکے ہیں

یہ زندگی کوئی زندگی ہے خوشی مقید الم ہے طالب

ہر اک طرف ہیں یہ غم کے بادل مری امیدوں پہ چھا چکے ہیں

○
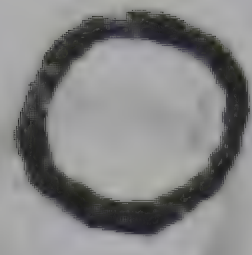
کیسی بستی کس کا صحرا اور ویرانے کہاں
جوشِ وحشت مجھکو لے آیا خدا جانے کہاں

کس جگہ کا قصد ہے پہنچیں گے یہ جانے کہاں
بے ارادہ چل دیئے ہیں آن کے دیوانے کہاں

آ کہ سینے سے لگالوں تجھ کو اے شامِ فراق
کل نہ جانے تو کہاں ہو ہم خدا جانے کہاں

کر دیا وہ حال میرا اب تمہارے عشق نے
اب مجھے پہچانتے ہیں اپنے بیگانے کہاں

زندگی بے کیف ہے ناشاد ہے انکے بغیر
مضطرب دل کو بہلا جائیں تو بہلانے کہاں

یوں تو ان پر منکشف ہیں سیکڑوں رازِ حیات
پھر بھی وہ میرے غمِ ہستی کو پہچانے کہاں

کتنے افسانے مرتب ہو چکے اب تک مرے
ختم ہو یہ زندگی کی داستاں جانے کہاں

بات رکھلے اپنے طالب کی ترے در کے سوا
تو ہی بتلا دے کہ جائے ہاتھ پھیلانے کہاں

○

نظرِ کرم اٹھاؤ مراجی اداس ہے
للّٰلہ مان جاؤ مراجی اداس ہے

فرقت میں کس طرح سے گزار وںگا زندگی
دل توڑ کر نہ جاؤ مراجی اداس ہے

میں بھول جاؤں سارے زمانے کے رنج و غم
اس طرح مسکراؤ مراجی اداس ہے

کیا مئے کدے میں آج مرے نام کی نہیں
دو گھونٹ ہی پلاؤ مراجی اداس ہے

مضرابِ غم سے وقت کے تاروں کو چھیڑ کر
طالب غزل سناؤ مراجی اداس ہے

پی کر شرابِ شوق کسی کی نظر سے ہم
خود سے بھی اب تو رہتے ہیں کچھ بے خبر سے ہم

آواز ہر قدم پہ ہمیں زندگی نے دی
ان کی تلاش میں جو چلے اپنے گھر سے ہم

بس اب ہمیں نہ دیجئے جھوٹی تسلیاں
تنگ آ چکے ہیں وعدۂ شام سحر سے ہم

چھیڑو نہ ہم سے قصۂ دردِ غمِ فراق
مدت ہوئی کہ دور رہیں اس دردِ سر سے ہم

سچ تو یہ ہے نظر سے زمانے کی گر گئے
جس دن سے گر گئے ہیں تمہاری نظر سے ہم

خاموش ہو کے رہ گئے ہر اک سوال پر
کچھ بھی زباں سے کہہ نہ سکے فتنہ گر سے ہم

ہے انتظارِ موت نہیں خواہشِ حیات
تنگ آ گئے ہیں شدتِ دردِ جگر سے ہم

طالب قسم خدا کی مصیبت میں پھنس گئے
نظریں ملا کے آج کسی کی نظر سے ہم

○

جب وہ پردے سے سرِ بزم نمایاں ہونگے
سیکڑوں چاک گریباں پہ گریباں ہونگے

ڈھونڈتے ہونگے جو میدانِ قیامت میں تمہیں
دیکھ لینا وہ ہمیں چاک گریباں ہونگے

کتنے افسانے لکھیں گے یہ زمانے والے
اشکِ غم جب مری آنکھوں سے نمایاں ہونگے

دیکھ اے وحشتِ دل راز نہ افشا ہو کہیں
وہ مرے حالِ پریشاں سے پریشاں ہونگے

مجھکو امید ہے یہ اپنی وفا سے طالب
خود ہی وہ اپنی جفاؤں سے پشیماں ہونگے

○

یوں ترک محبت کا دل کو نہیں کچھ غم بھی
مجبور ادھر وہ ہیں مجبور ادھر ہم بھی

بیکار شکایت ہے ناکامیٔ قسمت کی
اس عالم فانی میں خوشیاں بھی ہیں ماتم بھی

ہم پر بھی ذرا ساقی اک نظر عنایت ہو
ارماں لئے بیٹھے ہیں محفل میں تری ہم بھی

بیمار غم فرقت دم توڑنے والا ہے
آجاؤ بس آجاؤ آنکھوں میں نہیں دم بھی

پہلے یہ حسیں زخمی کرتے ہیں نگاہوں سے
پھر اس پہ ستم یہ ہے دیتے نہیں مرہم بھی

اس آتش فرقت نے سینے کو جلا ڈالا
دل کا عجب عالم ہے آنکھوں میں نہیں نم بھی

اس جینے سے موت اچھی جب وہ ہی نہیں طالب
آیا ہے جلانے کو برسات کا موسم بھی

○

کہوں کیا ساتھ چھوڑا ہے کسی نے
کلیجہ غم سے توڑا ہے کسی نے

جہاں کوئی نہیں میرے علاوہ
وہاں پہونچا کے چھوڑا ہے کسی نے

نہیں معلوم میں نے کیا خطا کی
جو مجھ سے منہ کو موڑا ہے کسی نے

بتادو آجتک ـــــ ٹوٹا ہوا دل
کوئی کہدے کہ جوڑا ہے کسی نے

جدائی کا الم دیکر کے طالب
جگر کا خوں نچوڑا ہے کسی نے

○

تم نے غم ایجاد کیے ہیں — لاکھوں دل ناشاد کیے ہیں

عشق ذرا اتنا تو بتا دے — کتنے گھر برباد کیے ہیں

چھوڑ کے بستی دیوانوں نے — ویرانے آباد کیے ہیں

مجھ کو رُلایا تم نے ہمیشہ — غیروں کے دل شاد کیے ہیں

تم نے کیوں اے دنیا والو — اپنے دل فولاد کیے ہیں

طالب آنکھیں بھر بھر آئیں
ان کے ستم جب یاد کیے ہیں

○

سر خوشی سے فراد دیوانہ بہت دور بھی ہے — آہ لب پر ہے پریشاں بھی ہے مجبور بھی ہے

فطرتِ عشق میں ہے ضبطِ الم کی ہمت — حسن شعلہ بھی ہے آتش بھی ہے مغرور بھی ہے

کوئی موسیٰ بھی نظر آتا ہے دنیا والو — وہی جلوے وہی انسان وہی طور بھی ہے

نالہ کرنے سے بھی توہین ہے دیوانے کی — انتہائے خلشِ درد سے مجبور بھی ہے

دونوں باتیں نظر آتی ہیں تری آنکھوں میں — تیری معصوم نظر برق بھی ہے نور بھی ہے

ہو کے رسوا مل رہے اشکوں میں جو آتا ہے — دل میں جو زخم ہیں ان میں کوئی ناسور بھی ہے

کہتا ہے جس کو زمانے سے زمانہ طالب
تیرا طالب ہے اسی نام سے مشہور بھی ہے

○

کروں شکوہ گلہ کیا میں کسی سے / شکایت جب نہیں تقدیر ہی سے

میں انکی بات سنتا ہوں خوشی سے / وہ اکثر روٹھ جاتے ہیں مجھی سے

دم آخر مرے ناکام ارماں / لپٹ کر رو رہے ہیں زندگی سے

الٰہی کس بلا میں پھنس گئے ہیں / ذرا سی بات کہکر ہم کسی سے

ہزاروں بار مجھ کو آزما کر / حوادث پھر الجھتے ہیں مجھی سے

مرا افسانۂ غم سننے والے / تری کیوں آنکھ بھر آئی ابھی سے

سلام شوق کہدینا خدارا / جو گزرے اے صبا انکی گلی سے

سنے گا کون رودادِ محبت / کہوں کیا غم کا افسانہ کسی سے

سرِ محشر وہ جب آئیں گے طالب
انھیں پہچان لوں گا دور ہی سے

○

تمکو اپنا بنا کے دیکھ لیا / اپنی ہستی مٹا کے دیکھ لیا

بارہا آپ کو فسانۂ غم / بے نتیجہ سنا کے دیکھ لیا

تیرے مستوں کی تشنگی توبہ / تو نے ساقی پلا کے دیکھ لیا

بجلیاں کوندتی ہیں دل کے قریب / تم نے پھر مسکرا کے دیکھ لیا

نہ ہوئی مجھ کو بیخودی نہ ہوئی / تو نے ساقی پلا کے دیکھ لیا

جو نہ دیکھا تھا رنج و غم طالب
ان سے دل کو لگا کے دیکھ لیا

منزل پہ ابھی تک میں دو گام نہیں آیا — اے جوشِ جنوں تو بھی کچھ کام نہیں آیا
اس گلشنِ ہستی کی ہر شے پہ اداسی ہے — اس جانِ بہاراں کا پیغام نہیں آیا
ہر طرح سے دنیا نے بدنام کیا — ان مست نگاہوں پہ الزام نہیں آیا
سو بار مری جانب وہ نظرِ کرم اٹھی — پھر بھی دلِ مضطر کو آرام نہیں آیا
محفل میں تری ساقی کیا بات خدا جانے — میرا ہی ترے لب پر کیوں نام نہیں آیا

اک میں ہی رہا طالب محرومِ کرم لیکن
کوئی درِ جاناں سے ناکام نہیں آیا

پریشاں ہو گئے ہیں دردِ نہاں سے — وہیں بیٹھا ہوں اٹھا تھا جہاں سے
مرا ذوقِ نظارہ اللہ اللہ — حجاب اٹھے ہوئے ہیں درمیاں سے
نہیں واقف چمن کے رہنے والے — ابھی شاید نگاہِ باغباں سے
تجھے دوچار ہونا ہی پڑے گا — بہارِ گلستاں دورِ خزاں سے
مجھے بھی ساتھ لے لو جانے والو — کہ میں بچھڑا ہوا ہوں کارواں سے
جنونِ عشق اتنا تو بتا دے — کہاں تھا میں یہاں آیا کہاں سے

ہمیں کو یہ شرف حاصل ہے طالب
ہمیں گذرے ہیں راہِ کہکشاں سے

○

شیخ کو ہوگا تعجب سن کے میخانے کی بات
یوں ہی رہنے دیجیے پوشیدہ مستانے کی بات

ہم نے جانے کیا سمجھ کر حشر برپا کر دیا
تھی بہت ہی مختصر سی میرے افسانے کی بات

درد ہے غم ہے جدائی ہے شب تاریک ہے
آپ ہی اب چھیڑیئے گا دل کے بہلانے کی بات

اس طرح بدلی ہے رفتار زمانہ کیا کہوں
کیا سناؤں آپ کو میں اپنے بیگانے کی بات

اپنی آنکھوں سے مجھے ایسی پلا دے ساقیا
حشر تک آئے نہ لب پر جام و پیمانے کی بات

جانے کیا جوش جنوں میں کہہ رہا ہے بار بار
آپ کیا سمجھیں گے طالب ایسے دیوانے کی بات

○

یارب نہ کبھی ہوگی شب غم کی سحر کیا
ہوگا نہ کبھی میری دعاؤں میں اثر کیا

للہ یہ تیر نگہ ناز تو روکو
سمجھا ہے جگر کو مرے پتھر کا جگر کیا

بس جھوٹی تسلی سے نہ بہلائیے دل کو
جو مجھ پہ گزرتی ہے نہیں اس کی خبر کیا

جس در سے اٹھائے گئے تقدیر کے مارے
اب جائیں گے اس در پہ بھلا بار دگر کیا

تم ہم پہ کیے جاؤ جفاؤں پہ جفائیں
ملنا ہی نہیں اور محبت کا ثمر کیا

برباد کیے بیٹھے ہیں پہلے ہی نشیمن
سو بار خزاں آئے ہمیں خوف و خطر کیا

سنتے نہیں مجبور و پریشاں کی وہ طالب
بیداد و رلانے سے کبھی بھی تو مگر کیا

کسی پہلو سکوں حاصل نہیں بیمار ہجراں کو
ترستی ہیں نگاہیں جلوۂ دیدار جاناں کو

بیاباں سے مجھے الفت ہے اور مجھ سے بیاباں کو
مجھے کیا ہے بلا سے آگ لگ جائے گلستاں کو

نہ جانے ہیں کہاں پردہ پوش حسنِ یار کے جلوے
قرار آتا نہیں گویا ہماری چشم حیراں کو

نہ پھر بیدار ہو جائے ہر اک ارمان خوابیدہ
بہ مضراب کرم چھیڑو نہ یوں ساز رگ جاں کو

خموشی چھائی ہے ہر سمت سناٹے کا عالم ہے
ذرا نظریں اٹھا کر دیکھئے گور غریباں کو

اسی امید پر زندہ رہا ہے آج تک طالب
وہ شاید بھول کر ہی پوچھ لیں حال پریشاں کو

○

بیکار ہے شکایت غم دل روا نہیں
تقدیر سے گلہ ہے کسی سے گلا نہیں

یہ اور بات ہے مری تقدیر میں نہ ہو
لیکن ترے خزانۂ عالی میں کیا نہیں

اچھے ہزاروں عشق کے بیمار ہو گئے
لیکن مریض عشق کی کوئی دوا نہیں

سجدے تڑپ رہے ہیں جبین نیاز میں
اللہ مجھ غریب کو در سے اٹھا نہیں

آخر بنا دیا مجھے بیگانۂ حیات
اے عشق کیا کہوں میں تجھے اور کیا نہیں

بے حسیوں کی تم سے شکایت فضول ہے
تقدیر ہی بری ہے تمہاری خطا نہیں

طالب ہزار بار اسے آزما لیا
اس بےوفا سے کوئی امید وفا نہیں

○

دل پہ گزرا تری فرقت میں جو عالم شبِ غم
ایک ایک لمحہ قیامت سے نہ تھا کم شبِ غم

اشکو چھاؤ نگاہوں میں نہیں دم شبِ غم
سازِ ہستی بھی ہوا جاتا ہے مدھم شبِ غم

اے نگاہِ کرمِ یار ترا کیا کہنا
اشک رونے کو بھی قابل نہ رہے ہم شبِ غم

ہائے اب کوئی انیسِ غمِ فرقت نہ رہا
دل کے زخموں پہ لگا جائے جو مرہم شبِ غم

اک تری یاد ترے غم نے مرا ساتھ دیا
اور کوئی بھی نہ تھا مونس و ہمدم شبِ غم

مطرب درد میں ڈوبی ہوئی آواز کے ساتھ
پھر اسی لے پہ سنا دے کوئی سرگم شبِ غم

حسبِ وعدہ کبھی آئیں گے وہ یا آئیں گے نہیں
کیا اسی طرح تڑپتا رہوں پیہم شبِ غم

ہائے طالب تری سوئی ہوئی قسمت کا نصیب
وہ تو وہ ان کا تصور بھی ہے برہم شبِ غم

○

دل کے ارمان دل میں بیچارے رہے
ہم سدا اپنی قسمت کے ہارے رہے

ہم بہ حسرت نگاہوں سے دیکھا کیے
ان کے غیروں سے پیہم اشارے رہے

حسرت و یاس ارمان و رنج و الم
یعنی زندہ ہم ان کے سہارے رہے

کشتیِ آرزو غرق ہو کر رہی
دور ہی دور ہم سے کنارے رہے

صرف اک بات ہے آپ گر مان لیں
عمر بھر کے لیے ہم تمہارے رہے

دور تر منزلیں دور تر ہو گئیں
جذبۂ شوق پھر بھی ابھارے رہے

روزِ اول سے طالب خدا کی قسم
میری قسمت کے گردش میں تارے رہے

اتفاقاً جب ان کو پاتا ہوں
جانے کیوں خود کو بھول جاتا ہوں

منزلِ عشق دور ہے پھر بھی
جذبۂ دل کو آزماتا ہوں

انکے وعدے کا اور یقیں مجھ کو
جان کر ہی فریب کھاتا ہوں

دل کو پتھر بنا لیا میں نے
غم اٹھا کے بھی مسکراتا ہوں

آپ جس وقت مسکراتے ہیں
میں ہر اک غم کو بھول جاتا ہوں

کر کے اظہارِ غم زمانے میں
خود میں اپنی ہنسی اڑاتا ہوں

یوں گزرتی ہے زندگی طالب
ان کی یادوں سے جی لگاتا ہوں

یہ غم میرے لئے کچھ کم نہیں ہے
کہ تو میرا شریکِ غم نہیں ہے

تری یادیں تو ہیں اب ساتھ ہر دم
ترا یہ بھی کرم کچھ کم نہیں ہے

ترے جلوے ہیں جتنی وسعتوں پر
مری آنکھوں میں اتنا دم نہیں ہے

مٹا دے شوق سے مجھ کو مٹا دے
مجھے مٹنے کا اپنے غم نہیں ہے

سوا تیرے مرے زخمِ جگر کا
کسی کے پاس بھی مرہم نہیں ہے

میں اس عالم میں طالب آ گیا ہوں
نگاہوں میں کوئی عالم نہیں ہے

○

رازِ الفت چھپائے بیٹھے ہیں / آگ دل میں لگائے بیٹھے ہیں

وہ بھی اپنے نہ ہو سکے افسوس / جن پہ سب کچھ لٹائے بیٹھے ہیں

ہجر کی شب کہ دونوں ہاتھوں سے / ہم کلیجہ دبائے بیٹھے ہیں

فیصلہ کیجئے سرِ محفل / سب ہی اپنے پرائے بیٹھے ہیں

تابِ نظارۂ جمال کسے / وہ تو پردہ اٹھائے بیٹھے ہیں

بھول سکتے نہیں قیامت تک / چوٹ وہ دل پہ کھائے بیٹھے ہیں

خانۂ دل میں آج اے طالب
ان کو مہماں بنائے بیٹھے ہیں

○
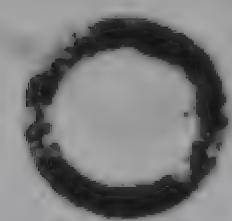
صبا یہ ان سے تو کہنا مرے سلام کے بعد / تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

پلائے جامِ الفت پلائے جا ساقی / نگاہِ مست سے بھر بھر کے جام جام کے بعد

کسی کے نقشِ قدم کی تلاش میں میں نے / کئے ہیں سینکڑوں سجدے ہر ایک گام کے بعد

وہ آئے بھی تو مقدر کی بات کب آئے / فسانۂ غمِ ہستی کے اختتام کے بعد

وہ آرہے ہیں وہ آئے وہ آنے والے ہیں / اسی امید میں بیٹھا رہا ہوں شام کے بعد

ہر ایک شعر ہی پرسوز ہے ترا طالب
کوئی کلام نہ دیکھا ترے کلام کے بعد

○

تو روبرو ہو میری جبین نیاز ہو — سر اٹھ سکے نہ سجدے سے ایسی نماز ہو

دنیا کی الجھنوں سے ملی ہے مجھے نجات — اے زلفِ عنبریں تری الجھن دراز ہو

میں بھی تو آپ کا ہوں کہاں جاؤں کیا کروں — اک لطفِ خاص مجھ پہ بھی بندہ نواز ہو

میں دل کا حال کس سے کہوں جانِ آرزو — میرا علاج بھی تو مرے چارہ ساز ہو

وہ جتنے چاہیں مجھ پہ ستم تو کریں مگر — ان کی نظر میں میرا نشیب و فراز ہو

دل اب بہل رہا ہے غمِ ہجرِ یار سے — یارب شبِ فراق مری اور دراز ہو

دامانِ ضبط ہاتھ سے طالب نہ چھوڑنا
افشا کہیں نہ عشق و محبت کا راز ہو

○

مت پوچھ داستانِ الم مجھ سے رات کی — تیرے بغیر میں نے ستاروں سے بات کی

للّٰہ ایک نگاہِ کرم میرے حال پر — حاجت ہے زندگی کو ترے التفات کی

دنیا نے بے شمار فسانے بنا لئے — کہنے کو مختصر تھی کہانی حیات کی

مجھ سے چھپایئے نہ فسانے بھی آپکے — آواز دے رہے ہیں مرے واقعات کی

میرے ہر ایک سوال کا الٹا دیا جواب — ہم سے تو بے رخی سے ستمگر نے بات کی

طالب کسی کے لطف و عنایات کے سوا
آئی نہیں نگاہ میں صورت نجات کی

○

ذرے ذرے میں ترے حسن کا جلوہ دیکھا
دید کی دید تماشے کا تماشہ دیکھا

اڑ گئے ہوش و خرد تابِ نظارہ نہ رہی
روئے جاناں سے جب اٹھا ہوا پردہ دیکھا

تو وہ یکتائے دو عالم ہے نہیں تیری مثال
جس طرف آنکھ اٹھائی ترا جلوہ دیکھا

ان کی تصویر کو سینے سے لگایا میں نے
جب کسی طرح نہ اس دل کو بہلتا دیکھا

وقت کے ساتھ ہر اک چیز بدل جاتی ہے
ہم نے سائے کی طرح حسن کو ڈھلتا دیکھا

روشنی دینے لگے دل کے اندھیرے طالبؔ
میں نے جس روز سے وہ روئے مصفّٰی دیکھا

○

جب غموں کا شمار کرتا ہوں
شکرِ پروردگار کرتا ہوں

اب مجھے ان کا انتظار نہیں
موت کا انتظار کرتا ہوں

کھا رہا ہوں فریبِ دانستہ
پھر ترا اعتبار کرتا ہوں

میں بھی گاؤں گا نغمۂ گلشن میں
وقت کا انتظار کرتا ہوں

دیکھتا ہوں تری نگاہوں کو
زخمِ دل کے شمار کرتا ہوں

جانے کیوں بےخبر رہیں وہ طالبؔ
جن پہ سب کچھ نثار کرتا ہوں

○

گر آپکی یادوں کا سہارا نہیں ہوتا — اپنا کسی صورت سے گذارا نہیں ہوتا

یوں دل تو پریشاں ہمارا نہیں ہوتا — زلفوں کو اگر تم نے سنوارا نہیں ہوتا

آواز اگر دی ہے تو پہلو میں بٹھا لو — یا تم نے محبت سے پکارا نہیں ہوتا

آجاتے اگر آپ مری راہ بری کو — ناکام یہ تقدیر کا مارا نہیں ہوتا

میں ان سے کروں شکوۂ دردِ غمِ فرقت — یہ جذبۂ غیرت کو گوارا نہیں ہوتا

ظاہر ہیں ہر اک شے سے ترے حسن کے جلوے — پھر کیسے کہوں تیرا نظارہ نہیں ہوتا

سچ بات ہے طالب کے خدا ہوتا ہے اسکا
جس کا کوئی دنیا میں سہارا نہیں ہوتا

○

تم نے چھپ کر کر دیا ہستی سے بیگانہ مجھے — کوئی سودائی کوئی کہتا ہے دیوانہ مجھے

خون کے آنسو چھلک آتے ہیں آنکھوں میں نہ پوچھ — یاد آجاتا ہے جب ماضی کا افسانہ مجھے

ابر ہے ٹھنڈی ہوا ہے جام ہے مینا بھی ہے — پھر بھی سونا سا نظر آتا ہے میخانہ مجھے

جی کہیں لگتا نہیں جانِ جہاں تیرے بغیر — اب تو گلشن بھی نظر آتا ہے ویرانہ مجھے

آج ان کے حال پر ہنستی ہے طالب بیکسی
کل کہا کرتے تھے جو ہنس ہنس کے دیوانہ مجھے

ذکرِ رنج و ملال چھوڑ دیا ہم نے ان کا خیال چھوڑ دیا
میں سمجھتا ہوں چارہ گر نے مجھے دیکھ کر میرا حال چھوڑ دیا
موت کا انتظار ہے ابتو زندگی کا خیال چھوڑ دیا
تم سے امید بھی یہی تھی مجھے کر کے جو پائمال چھوڑ دیا
ان سے اب ہم بھی کچھ نہیں کہتے ذکرِ ماضی و حال چھوڑ دیا
تیرے طالب نے بیرخی پہ تری
جان ارماں ملال چھوڑ دیا

○

ساری خوشیوں کو بھول جاؤں گا تیرے غم کو گلے لگاؤں گا
تو نے مجھ کو بھلا دیا لیکن میں تجھے کیسے بھول جاؤں گا
اب وہ پہلی سی بات ہی نہ رہی رسمِ الفت مگر نبھاؤں گا
ایکدن صبر آ ہی جائیگا ایکدن تم کو بھول جاؤں گا
جسقدر ظلم ہو سکیں کر لو شکوہ لب تک کبھی نہ لاؤں گا
چھوڑ کر اب تمہاری دنیا کو ایک دنیا نئی بساؤں گا
جب نہ دیکھوں گا میں انہیں طالب
کیسے دل کی لگی بجھاؤں گا

○

غم دیئے وہ تری جدائی نے / جان دے دی ترے فدائی نے

دو قدم بھی نہ مرا ساتھ دیا / میری قسمت کی نارسائی نے

کر دیا بے نیاز ہستی سے / اک ترے در کی جبہہ سائی نے

یاد آتی ہے وہ نہیں آتے / مار ڈالا غم جدائی نے

جن میں ان کی سجی تھیں تصویریں / ٹوٹ کر رہ گئے وہ آئینے

زندگی زندگی بنا ڈالی / ان کے انداز دلربائی نے

ذرے ذرے کو وہ تابشیں بخشیں / ان کے جلووں کی خوشنمائی نے

مجھ کو ان سے جدا کیا طالب

میری تقدیر کی برائی نے

○

کچھ میری وفاؤں کا انہیں پاس نہیں ہے / احساس یہ ہوتا ہے کہ احساس نہیں ہے

سہتا ہوں زمانے کے ستم اور جفائیں / اب ان کی محبت بھی مجھے راس نہیں ہے

کیا حال بتاؤں تجھے کیا حال سناؤں / جینے کی مجھے اب تو کوئی آس نہیں ہے

میں نے تو ہر اک چیز ترے نام پہ دے دی / اک جان کے سوا کچھ بھی مرے پاس نہیں ہے

کیوں سن کے اڑا دیتی ہے باتوں پہ یہ دنیا

ہر شعر میں طالب ترے کیا یاس نہیں ہے

کیا سناتا میں داستاں دل کی — بات سنتے ہیں وہ کہاں دل کی
اے گریباں کے دیکھنے والے — مہربانی ہے مہرباں دل کی
ایسا محسوس ہو رہا ہے مجھے — آہ پہنچی نہیں وہاں دل کی
رات دن الجھنوں میں الجھا ہوں — کیا کہانی کروں بیاں دل کی
اتفاقاً نکل گئی منہ سے — بات کرنی نہ تھی عیاں دل کی
ان کی گلیوں کا پھر تقاضہ ہے — دیکھیے بات ناتواں دل کی

لوگ سن سن کے روتے ہیں طالبؔ
جب بھی چھیڑی ہے داستاں دل کی

حال پوچھو نہ اس زندگی کا — کوئی لمحہ نہ آیا خوشی کا
وہ بھی کیا زندگی زندگی ہے — منہ نہ دیکھا ہو جس نے خوشی کا
مجھ سے برہم ہے سارا زمانہ — کیا گلہ آپ کی بے رخی کا
میں ترستا رہا میرے ساقی — شکریہ تیری دریا دلی کا
کیسا دشمن بنا ہے نہ پوچھو — آج کا آدمی آدمی کا
جس کا ہوتا ہے کوئی سہارا — ساتھ دیتی ہے دنیا اسی کا

اپنے مطلب کی ہے ساری دنیا
کوئی طالبؔ نہیں ہے کسی کا

سر کو جھکا لیا ترے نقشِ قدم کے سامنے　　میری خطا ہی کچھ نہیں تیرے کرم کے سامنے

جانِ کرم یہ سب تری نظرِ کرم کی بات ہے　　کوئی خوشی خوشی نہیں اب ترے غم کے سامنے

واعظ نصیحتیں بجا اپنی نظر کو کیا کروں　　ان کی گلی عزیز ہے باغِ ارم کے سامنے

دنیا کی مہربانیاں میری نظر میں ہیچ ہیں　　سچ تو یہ ہے مرے صنم تیرے کرم کے سامنے

دیکھا جو مجھ کو ایک دن روتے ہوئے نہ پوچھیے　　برسی نہ پھر گھٹا کوئی دیدۂ نم کے سامنے

طالب مری نگاہ میں سارے جہاں کے خوبرو
مجھ سے نہیں تو کیا کروں میرے صنم کے سامنے

ان سے ملنے کی اک دبی سی لگن باقی ہے　　دھندلی دھندلی سی امیدوں کی کرن باقی ہے

جو محبت میں تری کھائی تھیں دلبر میں نے　　انہی چوٹوں میں مرے دوست دکھن باقی ہے

اب نہ وہ شاخِ نشیمن نہ بہارِ گلشن　　مٹ گیا نام و نشاں یادِ چمن باقی ہے

ایک وہ دن تھا بجھائے نہ بجھی آتشِ دل　　آج وہ دن ہے کہ ہلکی سی جلن باقی ہے

بجلیاں کوند رہی ہیں نئے انداز کے ساتھ　　ظلم کیا اور کوئی چرخِ کہن باقی ہے

تیری معصوم نگاہوں کے حسیں تیروں کی　　ہلکی ہلکی سی ابھی دل میں چبھن باقی ہے

سن کے طالب کی غزل آج یہ لوگوں نے کہا
دورِ حاضر میں ابھی فکرِ سخن باقی ہے

کسی کی زلف کے خم کیا بتائیں
الجھ کر رہ گئے ہم کیا بتائیں

جو گزری ہے شب غم کیا بتائیں
تجھے اے حسن برہم کیا بتائیں

ہمارا حالِ دل کیا پوچھتے ہو
تمہیں معلوم ہے ہم کیا بتائیں

یہ اچھا درد ہے درد محبت
کسی صورت نہیں کم کیا بتائیں

عجب ہی کشمکش میں زندگی ہے
تجھے اے دیدۂ نم کیا بتائیں

کنارے تک پہنچنے ہی نہ پائی
ہماری کشتیٔ غم کیا بتائیں

عجب سی کیفیت ہوتی ہے طالبؔ
وہ یاد آتے ہیں جس دم کیا بتائیں

ان کے جلوؤں میں کھو کر ہم
ڈھونڈھ رہے ہیں اپنی نظر ہم

اللہ اللہ ان کی نگاہیں
دیکھ رہے ہیں زخم جگر ہم

وائے محبت وائے مقدر
کھو گئے خود ان کو پا کر ہم

ان کے وعدے توبہ توبہ
دیکھ رہے ہیں شام و سحر ہم

جائیں کہاں اب تیری گلی سے
نکلیں گے اک دن مگر ہم

صحنِ چمن کچھ دور نہیں تھا
کر نہ سکے پرواز مگر ہم

آج بہت پچھتائے طالبؔ
ان سے حالِ دل کہہ کر ہم

○

مجھ کو ستم شعار سے الفت ہوئی تو ہے
یہ بارِ غم اٹھانے کی ہمت ہوئی تو ہے

بے وجہ تو نہیں ہیں یہ میرے دل کی دھڑکنیں
انکی طرف سے کوئی شرارت ہوئی تو ہے

گردش میں آگئے تھے ستارے نصیب کے
صد شکر ان کی نظرِ عنایت ہوئی تو ہے

جس دل پہ حکمراں تھا عدو خوئی نصیب
اس دل پہ آج اپنی حکومت ہوئی تو ہے

پاس و الم سے حسرت و ارماں امید سے
تعمیر دل میں ایک عمارت ہوئی تو ہے

مجھ کو مرے نصیب نے یہ دن دکھا دیا
طالبؔ انہیں بھی مجھ سے محبت ہوئی تو ہے

○

اک نظر دیکھا جو حسن یار پھر
کر لیا دامن کا اک اک تار پھر

رو دیا کیا ہجر کا بیمار پھر
کپکپاتے ہیں در و دیوار پھر

حضرت موسیٰ بتاؤ تو سہی
اور دیکھو گے جمال یار پھر

سن کے افسانہ مرا ہنس کر کہا
ہاں ذرا اک بار پھر اک بار پھر

لٹ نہ جائے دیکھ دنیائے سکوں
اس طرح مجھ سے نہ چشم یار پھر

ہونا ہے نیلام یوسف کا جمال
بڑھ رہی ہے گرمی بازار پھر

نیم بسمل کے لبوں پر جان ہے
بخش دے مجھے طاقت گفتار پھر

اٹھ رہا ہے حسن کامل سے نقاب
آ رہا ہے طالبؔ دیدار پھر

شب غم مختصر ہونے لگی ہے
نہ آئے وہ سحر ہونے لگی ہے

مریض غم کا اب حافظ خدا ہے
کہانی مختصر ہونے لگی ہے

ٹھہرا اے موت وہ آتے ہیں شاید
ابھی کیوں میرے سر ہونے لگی ہے

نہیں اب خیر شاید زندگی کی
محبت درد سر ہونے لگی ہے

وفا کیسی وفا کے نام سے بھی
یہ دنیا بے خبر ہونے لگی ہے

مریض ہجر کی حالت نہ پوچھو
دوا بھی بے اثر ہونے لگی ہے

خدا را ساز غم مت چھیڑ مطرب
ہماری آنکھ تر ہونے لگی ہے

وہ آواز موذن آ رہی ہے
اٹھو طالب سحر ہونے لگی ہے

نہ پوچھ کیسے کٹے مجھ سے ہجر یار کے دن
تڑپ تڑپ کے گذارے ہیں انتظار کے دن

تمہارا وعدہ فردا بخیر جان کرم
گزر رہے ہیں بڑے سہل سے بہار کے دن

بغیر جان بہاراں چمن چمن کیا ہے
مری نگاہ میں بیکار ہیں بہار کے دن

نہ پوچھ کیسے گزرتے ہیں ان کی فرقت میں
میں کیا بتاؤں مرے دوست بیقرار کے دن

ترے فراق کی راتیں ارے معاذ اللہ
گذر ہی جاتے ہیں جس طرح اشکبار کے دن

یہ کیا خبر تھی چلے جائیں گے خفا ہو کر
نشانہ تیر الم کا بنیں گے پیار کے دن

شکایت غم دوراں فضول ہے طالب
کہ جب نصیب میں لکھے ہیں آہ و زار کے دن

تو نے کیسی شراب دی ساقی — بڑھ گئی اور تشنگی ساقی
مست آنکھوں سے وہ پلا کہ مجھے — ہوش آئے نہ جیتے جی ساقی
پھر گئی کیا تری نظر مجھ سے — میری تقدیر پھر گئی ساقی
موسم گل ہے ابر چھایا ہے — ایسے عالم میں پیر جی ساقی
اب نہ آئیں گے میکدے میں کبھی — پی چلے آج آخری ساقی
پھر اٹھا جام پھر پلا مجھ کو — پھر وہ کالی گھٹا اٹھی ساقی

تو چھپا کیا نگاہِ طالب سے
ہو گئی تلخ زندگی ساقی

غنچے گلشن میں جب مسکرائے — تم خدا کی قسم یاد آئے
سیکڑوں غم تمہارے اٹھائے — پھر بھی شکوہ زباں پر نہ لائے
کون بیٹھا ہے میت پہ میری — اشک آنکھوں میں گر ڈھلکائے
موت آخر یہ تو نے کیا کیا — ہم انھیں دیکھنے بھی نہ پائے
برق کی مہربانی چمن میں — ہم نشیمن بنانے نہ پائے
میری حالت پہ او ہنسنے والے — تو بھی تصویر غم ہو نہ جائے

ضبط سے کام لینا ہے طالب
راز الفت کہیں کھل نہ جائے

دستِ ساقی میں جو پیمانے جنم لیتے ہیں
ان ہی پیمانوں سے مستانے جنم لیتے ہیں

عشق کی آخری منزل بھی یہی ہوتی ہے
جان دیکھی تو پروانے جنم لیتے ہیں

میری دیوانگیٔ شوق کو اللہ رکھے
وحشتوں سے مری ویرانے جنم لیتے ہیں

میں نے مانا کہ میں دیوانہ ہوں سودائی ہوں
میری باتوں ہی سے فرزانے جنم لیتے ہیں

اب یہ عالم ہے خبر ہے ترے دیوانے کا
تیرے دیوانے سے دیوانے جنم لیتے ہیں

میں نہ ہوتا تو کہاں جام و صراحی ہوتے
میرے دم سے ہی تو میخانے جنم لیتے ہیں

تیرا افسانۂ الفت بھی عجب ہے طالبؔ
تیرے افسانے سے افسانے جنم لیتے ہیں

ترے غم کو بھی اب اپنی خوشی محسوس کرتا ہوں
تری مرضی کو شانِ عاشقی محسوس کرتا ہوں

شکایت کیوں کروں ان سے میں جورِ مسلسل کی
میں خود اپنی وفاؤں میں کمی محسوس کرتا ہوں

اجالے ہی نہ راس آئے مجھے راہِ محبت کے
اندھیروں ہی میں اب روشنی محسوس کرتا ہوں

یہ سائے جو تری زلفوں کے اب مجھ کو ملے ہیں
مرے محبوب ان کو زندگی محسوس کرتا ہوں

خیالِ یار ہی سے زندگی ہے زندگی اپنی
خیالِ یار ہی کو بندگی محسوس کرتا ہوں

ترے قرباں ذرا اتنا بتا دے اپنے طالبؔ کو
ترے چہرے سے اب کیوں برہمی محسوس کرتا ہوں

سنتے ہیں بیکسوں کی آہ و فغاں کہاں
دنیا ستم شعار ہے مونس یہاں کہاں

پہنچا دیا جنوں نے مجھے اس مقام پر
دامن کا ایک تار نہیں دھجیاں کہاں

کس کس کے در پہ جاؤں کہاں جاؤں کیا کروں
اے بخت نارسا مجھے روؤں کہاں کہاں

پھر آشیاں بنایا ہے فصل بہار میں
پھر یہ تلاش ہے کہ گئیں بجلیاں کہاں

اے پیکر جمال خدا کے لیے بتا
پائے جبین شوق ترا آستاں کہاں

کہنے کو کچھ کہیں یہ الگ بات ہے مگر
پہلی سی مجھ پہ وہ نگہ مہرباں کہاں

ان کے حضور کہہ نہ سکا داستان غم
ہائے مری زباں ہوئی بے زباں کہاں

طالب کہے گا مصرعۂ فانی پہ کیا غزل
وہ تاب وہ مجال وہ طرز بیاں کہاں

دل میں کسی کی دید کا ارماں لیے ہوئے
ہم پھر رہے ہیں چاک گریباں لیے ہوئے

ساحل پہ آ کے ڈوب گئی کشتی امید
کیا کیا نہ جانے حسرت و ارماں لیے ہوئے

اے دوست یہ تو خوبی قسمت کی بات ہے
کانٹے ہیں گود میں گل خنداں لیے ہوئے

نسبت گلوں کو ہے ترے رنگیں جمال سے
تیرا ہی رنگ رخ ہے گلستاں لیے ہوئے

اس طرز التفات کا عالم نہ پوچھیے
بیٹھا ہوں اشک بر سر مژگاں لیے ہوئے

یارب نہ ڈوب جائے کہیں کشتی امید
موجیں چلی ہیں جانب طوفاں لیے ہوئے

طالب چلا ہے کوچۂ جاناں میں سر بخم
دل میں امید حسرت و ارماں لیے ہوئے

○

راز الفت چھپائے بیٹھے ہیں
آگ دل میں لگائے بیٹھے ہیں

وہ بھی اپنے نہ ہو سکے افسوس
جن پہ سب کچھ لٹائے بیٹھے ہیں

ہجر کی شب کہ دونوں ہاتھوں سے
ہم کلیجہ دبائے بیٹھے ہیں

فیصلہ کیجیے، سر محفل
سب ہی اپنے پرائے بیٹھے ہیں

تاب نظارۂ جمال کیسے
وہ تو پردہ اٹھائے بیٹھے ہیں

بھول سکتے نہیں قیامت تک
چوٹ وہ دل پہ کھائے بیٹھے ہیں

خانۂ دل میں آج وہ طالب
ان کو مہماں بنائے بیٹھے ہیں

○

وہ آئے ہیں ہنسیں رنگیں نظارے
نسیم صبح گلشن کو سنوارے

خدا جانے دبیئے کس بنے سہارے
مری کشتی لگی آ کر کنارے

انہوں نے رخ سے جب گیسو سنوارے
قمر نکلا ہوئے روشن ستارے

ہوئے اچھے نہ زخم دل ہمارے
نگاہوں نے تری وہ تیر مارے

مریض غم شب فرقت الٰہی
کسے آواز دے کس کو پکارے

لگی ہے عشق کے میداں میں بازی
اب آگے کون جیتے کون ہارے

خیال یار اتنا تو بتا دے
جئیں کب تک تصور کے سہارے

ترے در کے سوا جان تمنا
کہاں جائیں غم فرقت کے مارے

جنہیں نفرت تھی ہم سے آج طالب
وہ بیٹھے ہیں تصور میں ہمارے

○

ذکر میرا تری محفل میں جب آیا ہوگا
تو نے ہنس کر مجھے دیوانہ بتایا ہوگا

میرے رونے کی الگ بات ہے مجھ سے تو نہ پوچھ
کوئی آنسو تری آنکھوں میں کبھی آیا ہوگا

کیا کہوں کیسے کہوں آپ سے امید نہیں
آپ کہتے ہیں بلایا تھا بلایا ہوگا

جس طرح تو نے ستایا ہے ستانے والے
اس طرح تجھ کو کسی نے نہ ستایا ہوگا

روٹھنے والے کو اس بات کا احساس نہیں
سیکڑوں بار اسے ہم نے منایا ہوگا

میں سمجھتا ہوں انھیں نیند نہ آئی ہوگی
جب خیال ان کو وفا کا مری آیا ہوگا

میری تقدیر کہ اک میرے علاوہ طالب
ان کے در سے کوئی ناکام نہ آیا ہوگا

○

بزم تصورات میں آیا نہ کیجیے
آجایئے تو پھر کہیں جایا نہ کیجیے

ان کے حسیں فریب میں آیا نہ کیجیے
دل میں شمع امید جلایا نہ کیجیے

بس چھیڑیئے نہ ذکر محبت نہ چھیڑیئے
بیٹھے بٹھائے آگ لگایا نہ کیجیے

ہونا تھا جو کبھی ہو گیا اب اس کا ذکر کیا
افسانۂ حیات سنایا نہ کیجیے

پردہ اٹھا کے چہرۂ انور سے بار بار
دل میں کسی کے آگ لگایا نہ کیجیے

کچھ تو جواب دیجیے کچھ منہ سے بولیے
کانوں پہ میری بات اڑایا نہ کیجیے

طالب ہر ایک حال میں طالب ہے آپ کا
طالب کو اپنے آپ ستایا نہ کیجیے

ترے غم مرے دل میں پلتے رہے
ان آنکھوں سے آنسو ابلتے رہے

بہت کوششیں کیں خوشی کے لیے
مگر غم کے سانچے میں ڈھلتے رہے

قدم ڈگمگائے تری راہ میں
مگر ہم نہ گھبرائے چلتے رہے

رقیبوں سے ملتے رہے شوق سے
وہ ہم سے نگاہیں بدلتے رہے

رہے صرف محروم ہم ساقیا
ہر اک کے لئے جام چلتے رہے

انھوں نے ہی طالبؔ ہمیں ڈس لیا
جو سانپ آستینوں میں پلتے رہے

ختم قدموں پر کسی کے زندگی تو ہو گئی
ہے خوشی اس کی کہ شرحِ عاشقی تو ہو گئی

تو نے مجھ سے پھیر لیں نظریں بہت اچھا کیا
غم نہیں اس کا ترے دل کی خوشی تو ہو گئی

ہو گیا بدنام حد سے بڑھ گئیں رسوائیاں
اب مری دیوانگی دیوانگی تو ہو گئی

وقتِ رخصت آپ آئے ہیں خوشی کی بات ہے
یہ بھی کیا کم ہے ملاقات آخری تو ہو گئی

تم نے ہنس ہنس کر اڑایا میری الفت کا مذاق
میں کیا سمجھا تمہاری دل لگی تو ہو گئی

اب بھی طالبؔ ہو گیا ترکِ تعلق کیا ہوا
ان کے ہر اک غم سے میری دوستی تو ہو گئی

○

مجھ کو وہ تیری محبت کا زمانہ یاد ہے　　وہ ترا نازو ادا سے مسکرانا یاد ہے

کیا بتاؤں کیا سناؤں اپنی روداد الم　　یاد اب کچھ بھی نہیں آنسو بہانا یاد ہے

اب نہ شیشہ ہے نہ ساقی ہے نہ وہ جام شراب　　آنسو اس گزرے زمانے کا فسانا یاد ہے

یاد ہیں مجھ کو وہ دن بھولا نہیں ہوں آج تک　　باتوں باتوں میں وہ تیرا روٹھ جانا یاد ہے

آپ کی الفت میں پوشیدہ تھیں کتنی الجھنیں　　یہ نہ تھی مجھ کو خبر دھوکے میں آنا یاد ہے

پوچھتے ہیں آپ کیا طالبؔ کو بس اب چھوڑیئے
آپ کا قصہ نہ کچھ اپنا فسانہ یاد ہے

○

تم اس جفا پیشہ سے وفا مانگ رہے ہو　　رہنے بھی دو للہ یہ کیا مانگ رہے ہو

جس دامنِ الفت میں ہوئی پرورشِ غم　　پھر بھی اسی دامن کی ہوا مانگ رہے ہو

کچھ دیر کا مہماں ہوں اجل سر پہ کھڑی ہے　　اب کیوں مرے جینے کی دعا مانگ رہے ہو

اس دورِ گزشتہ کے فسانے کو سنا کے　　اِس دور کے انساں سے وفا مانگ رہے ہو

کیا عشق کے مقصد سے خبردار نہیں تھے　　اب دردِ محبت کی دوا مانگ رہے ہو

دنیا میں ہر اک ملنے کی مانگے ہے دعائیں　　تم ترکِ محبت کی دعا مانگ رہے ہو

گھبرا گئے کیا آج غمِ یار سے طالبؔ
توہینِ محبت ہے قضا مانگ رہے ہو

کل سنایا انجمن میں وہ افسانہ کہ بس
اس طرح ہر ایک رویا اپنا بیگانہ کہ بس

حال میرا تجھ سے وہ پوچھے تو کہنا اے صبا
اس قدر الجھن میں ہے اب تیرا دیوانہ کہ بس

جس کو ساقی پی کے ہو جاؤں غمِ دنیا سے دور
ایک اب ایسا پلا دے بھر کے پیمانہ کہ بس

شمع کی آغوش میں خاموش ہو کر رہ گیا
دیکھتے ہی دیکھتے اس طرح پروانہ کہ بس

وہ اٹھا میرا قدموں سے جنونِ شوق میں
اور کسی کا مجھ پہ وہ لطفِ کریمانہ کہ بس

کس بلا کا شورِ نوشا نوش تھا رندوں میں آج
اس قدر بگڑا ہوا تھا حالِ میخانہ کہ بس

رند ہے کوئی نہ ساقی ہے نہ ہیں جام و شراب
تھا کبھی ایسا ہی طالب دورِ پیمانہ کہ بس

جو اشک آنکھوں سے دامانِ یار پر نکلے
وہ سب ہمارے مقدر سے بے اثر نکلے

کسی کو ہو گیا ہوگا وصالِ یار نصیب
ہمارے حسرت و ارماں نہ عمر بھر نکلے

دل تباہ پہ اک برق سی گری اس دم
مری طرف سے وہ جب پھیر کر نظر نکلے

گئے تھے جو بھی تلاشِ سکوں میں پروانے
وہ ان کی بزم سے تھامے ہوئے جگر نکلے

بچھے ہوئے ہیں ہر اک راہِ عشق میں کانٹے
جو کوئی نکلے ذرا دیکھ بھال کر نکلے

وہ آئیں یا مجھے موت آئے دل پریشاں ہے
کسی طرح تو الٰہی یہ دردِ سر نکلے

زمانہ رو رہا ہے طالب کے حال پر لیکن
تمہاری آنکھ سے آنسو نہ عمر بھر نکلے

○

وحشتیں بڑھ گئیں در سے ترے دیوانوں کی
بستیوں کی نہ خبر ہے نہ بیابانوں کی

جانے کیا بات ہوئی شمع سے پروانوں کی
لاش پر لاش نظر آتی ہے دیوانوں کی

اپنا غم دیکھ مجھے روٹھ کے جانے والے
سرخیاں تو نے بدل دیں مرے افسانوں کی

جام بھر بھر کے پلا دے ترے میخانے کی خیر
بات رہ جائیگی ساقی ترے میخانوں کی

اب نہ وہ دور حسیں ہے، نہ وہ رنگین سماں
یاد باقی ہے چھلکتے ہوئے پیمانوں کی

اب کہیں دور مجھے جذبۂ غیرت لے چل
بدلی بدلی سی نگاہیں ہیں نگہبانوں کی

بیوفائی کا ہے افسوس نہیں پر الزام
ہم نے توقیر بڑھائی ترے بیگانوں کی

التفاتِ نگہِ یار نہیں ہے طالب
پھر بھی آباد ہے دنیا مرے ارمانوں کی

○

وہ ادھر منہ پھیر کر گھر سے گئے
اور ادھر ارمانِ دل مر سے گئے

ایسی قسمت تھی کہاں ایسے نصیب
کوئے جاناں میں مقدر سے گئے

آ گئے تم آ گئے، اچھا ہوا
داغِ ہجراں میرے دل پر سے گئے

کل نہ آئیں گے نہ کرنا انتظار
وہ نہ جانے آج کیوں کہکر گئے

کچھ نہ بولے اڑ گئے ہوش و حواس
سن کے افسانہ مرا ڈر سے گئے

اس سے پہلے آشنائے غم نہ تھے
جب سے اٹھوائے ترے در سے گئے

رات بھر طالب خیالِ یار میں
چشمِ تر سے اشکِ غم برسے گئے

ان کی الفت مرے افکار سے آگے نہ بڑھی
دل کی آواز دل زار سے آگے نہ بڑھی

اللہ اللہ یہ مرا ذوق طلب عیش جنوں
کوئی منزل مری رفتار سے آگے نہ بڑھی

روٹھنے والے کو ہر طور منایا لیکن
بات پھر بھی کوئی انکار سے آگے نہ بڑھی

کام دونوں کا جلانا ہے بہر طور مگر
برق برق نگہ یار سے آگے نہ بڑھی

رقص کرتی ہے زمانے پہ ضیائے مہتاب
پھر ترے حسن ضیا بار سے آگے نہ بڑھی

زندگی تو نے مرا ساتھ کہاں چھوڑ دیا
ہائے کیوں حسرت دیدار سے آگے نہ بڑھی

ہائے ناکامی تقدیر کہ طالب اپنی
جستجو کوچۂ دلدار سے آگے نہ بڑھی

دے کے گئے ہیں درد و غم چھین کے میری خوشی
کر کے گئے ہیں وہ ستم جس کی امید بھی نہ تھی

میری وفا کو بھول کر سمجھا ہے جس نے اجنبی
اس پہ کی نگاہ مہرباں میری نظر نے بھی کبھی

لطف تو جب ہے سامنے وہ بھی ہوں وقت آخری
محو خیال یار ہوں موت ذرا ٹھہر ابھی

اف وہ نگاہ مست ناز کام تمام کر گئی
بھول گیا خوشی کو میں بھول گئی مجھے خوشی

فکر یہ ہے کہ باغباں تاک رہا ہے آشیاں
ہائے میں ایسے ہوں کہاں کوند رہی ہے برق بھی

کیسی شب فراق ہے کوئی شریک غم نہیں
شمع بھی ہو گئی خموش ہائے ری میری بیکسی

طالب سوختہ جگر کیا کہوں اپنے حال پر
ہوتا بھی ہے مجھے ملال آتی بھی ہے مجھے ہنسی

اب چمن ہے نہ آشیاں باقی
مختصر سی ہے داستاں باقی

رہ گئے ہیں تری محبت کے
ڈھندلے ڈھندلے سے کچھ نشاں باقی

چاہے میری جبیں رہے نہ رہے
بند ہے تیرا آستاں باقی

اے فلک شوق سے گرائے جا
رہ گئی ہوں جو بجلیاں باقی

آخری وقت ہے مگر بولو
ہے کوئی اور امتحاں باقی

چاک دستِ جنوں نے کر ڈالیں
تھیں جو دامن میں دھجیاں باقی

قبر طالب یہیں کہیں تھی مگر
اب کہیں بھی نہیں نشاں باقی

تھا جس کا آج تک بھی نہ وہم و گماں مجھے
پہنچا دیا نصیب نے اب تو وہاں مجھے

صیاد اب تو مجھ کو اسیری پسند ہے
فکرِ چمن ہے اور نہ غمِ آشیاں مجھے

اتنی بھی اب خبر نہیں لائی ہے کھینچ کر
یہ جستجوئے یار کہاں سے کہاں مجھے

ایسا نہ ہو کہ ضبط کا دامن بھی چھوڑ دوں
اتنا تو دردِ عشق نہ کر ناتواں مجھے

چھپ کر مری نگاہ سے تم نے یہ کیا کیا
کہنا پڑا ہے غیر سے رازِ نہاں مجھے

اب اس مقام پر ہے مرا ذوقِ جستجو
دیوانہ کہہ رہا ہے یہ سارا جہاں مجھے

منزل بہت ہے دور یہ طالب ہوا تو کیا
میں کارواں کو بھول گیا کارواں مجھے

○
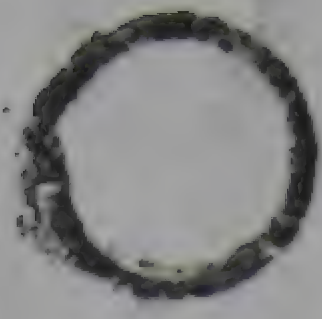
عجب گھڑی ہے عالمِ تنہائی میں گھبراتا ہوں
دل کو اس وقت تری یاد سے بہلاتا ہوں

تیری مرضی مجھے قدموں میں جگہ دے کہ نہ دے
میں بہر حال ترا ہوں ترا کہلاتا ہوں

ان حدوں پر ہے مرا ذوقِ طلب جوشِ جنوں
ہوش اتنا بھی نہیں ہے کہ کہاں جاتا ہوں

جام و مینا مجھے درکار نہیں ہیں ساقی
میں تری مست نگاہوں کی قسم کھاتا ہوں

اپنی نظروں سے گراؤ نہ خدارا مجھ کو
میں زمانے کی نگاہوں سے گرا جاتا ہوں

اللہ اللہ یہ دیوانگیٔ شوق کہ اب
کچھ خبر ان کی نہ اپنا ہی پتہ پاتا ہوں

ان سے شکوہ نہ شکایت نہ گلہ ہے طالب
اپنے خود کردہ گناہوں کی سزا پاتا ہوں

○

ہر قدم پر مری تدبیر میں بل ڈالے ہیں
تو نے کتنے مری تقدیر میں بل ڈالے ہیں

جب کبھی خواب میں دیکھا انھیں لوگوں نے کہا
کیا کہوں سیکڑوں تعبیر میں بل ڈالے ہیں

تیری الجھی ہوئی زلفوں نے نہ جانے کتنے
میرے افسانے کی تحریر میں بل ڈالے ہیں

قید کرنے کے لیے طائرِ دل کو میرے
آپ نے زلفِ گرہ گیر میں بل ڈالے ہیں

صاف ظاہر ہے کہ مقصد ہے ترا دار طالب
تم نے کس واسطے شمشیر میں بل ڈالے ہیں

○

جو ترے غم نصیب ہوتے ہیں — جانِ ارماں عجیب ہوتے ہیں

بھول جاتا ہوں غم زمانے کے — جب وہ میرے قریب ہوتے ہیں

پردۂ دوستی میں اے لوگو — میں نے دیکھا رقیب ہوتے ہیں

غم کسی کو ملے کسی کو خوشی — اپنے اپنے نصیب ہوتے ہیں

ہو بھی سکتے ہیں یا وہ ہیں طالب
جو نظارے نصیب ہوتے ہیں

○

ان کے نقشِ قدم جہاں ہونگے — میرے سجدوں کے بھی نشاں ہونگے

زندگی راہِ عشق میں شاید — کچھ ابھی اور امتحاں ہونگے

آپ کب تک نہ کیجئے گا کرم — آپ کب تک نہ مہرباں ہونگے

روٹھ کر جائیں گے وہ مجھ سے کہاں — ڈھونڈ لوں گا انھیں جہاں ہونگے

آج ہم کو گلے لگا لیجئے — کل خدا جانے ہم کہاں ہونگے

کوئی ان کا پتہ نہیں چلتا — کیا بتاؤں میں وہ کہاں ہونگے

رک سکیں گے نہ عمر بھر طالب
اشک آنکھوں سے جب رواں ہونگے

جب نگاہِ کرم نہیں ہوتی — مختصر شامِ غم نہیں ہوتی
اُن کے الطاف مجھ پہ پیہم ہیں — بے کلی پھر بھی کم نہیں ہوتی
تیرے در کے سوا جبیں میری — اب کسی در پہ خم نہیں ہوتی
اپنا دل جو کسی کو دیتے ہیں — ان کو فکرِ الم نہیں ہوتی
جو سنائی گئی انہیں طالب
اب وہ حالت رقم نہیں ہوتی

○

مریضِ ہجر کی اکثر یہ حالت ہو ہی جاتی ہے
نہ گھبرا دل کبھی تو غم سے فرصت ہو ہی جاتی ہے
اک ایسا وقت بھی دیوانۂ الفت پہ آتا ہے
جنوں حد سے گزر جاتا ہے شہرت ہو ہی جاتی ہے
خدا کی دین ہے قابو نہیں چلتا کوئی دل پر
محبت کی نہیں جاتی محبت ہو ہی جاتی ہے
تمہارا وعدۂ فردا ہوا ایفا کوئی اب تک
یہ دل کبھی کیا کرے آخر شکایت ہو ہی جاتی ہے
یہ مانا عہد و پیماں زہد و تقوے ہم نے خود توڑے
تری نظروں سے کبھی کوئی شرارت ہو ہی جاتی ہے
گلوں سے جب کوئی بوئے وفا آتی نہیں طالب
آخر روز کانٹوں سے محبت ہو ہی جاتی ہے

○

اپنے وعدوں سے بجز طور بدل جاتے ہیں ‏ اک نہ اک روز نئی چال وہ چل جاتے ہیں
دو گھڑی کے لئے تسکین سی ہو جاتی ہے ‏ اشکِ غم جب مری آنکھوں سے نکل جاتے ہیں
بھولنے والے تری یاد جب آتی ہے مجھے ‏ سیکڑوں سینے میں ارمان مچل جاتے ہیں
آگ لگتی ہے تو ہوتا ہے دھواں بھی اے دوست ‏ شمع جلتی ہے تو پروانے بھی جل جاتے ہیں
قلبِ مضطر یہ تری بھول ہے نادانی ہے ‏ لاکھ سلجھاؤ کہیں زلف کے بل جاتے ہیں
حسن خدارا اُٹھا پردۂ محمل ورنہ ‏ آتشِ آہ سے ویرانے بھی جل جاتے ہیں

قہرِ طالب سے وہ دامن کو بچا کر اپنے
سر جھکائے ہوئے خاموش نکل جاتے ہیں

○

جی میں آتا ہے کہ اپنے غم کا افسانہ کہیں ‏ ان کا دامن تھام کر بے اختیارانہ کہیں
درحقیقت ہے اسی میں کامیابی عشق کی ‏ شمع ان کو میں کہوں وہ مجھ کو پروانہ کہیں
کون اس دنیا میں اپنا مونس و غمخوار ہے ‏ کس کو ہم اپنا کہیں اور کس کو بیگانہ کہیں
جام ایک ایسا پلا ساقی نگاہِ مست سے ‏ مست بھی مستی میں مجھکو تیرا مستانہ کہیں
رازِ کیا ہے کوئی کیا جانے کسی کو کیا خبر ‏ ہیں وہ دیوانے جو دیوانے کو دیوانہ کہیں

میں یہ سمجھوں گا مری دیوانگی کام آ گئی
وہ لبِ نازک سے طالب مجھکو دیوانہ کہیں

راہِ الفت کی دشواریاں الاماں کوچۂ یار میں ہم بمشکل گئے

ہو کے ناکام آئے نہ میرے سوا آجتک اُنکے در پر جو سائل گئے

ان کو روداد غم ہم سناتے ہی کیا حالتِ قلبِ مضطر دکھاتے ہی کیا

رعبِ حسنِ رخِ یار کیا کیجیئے سامنے جب وہ آئے تو لب سل گئے

یاد جب آپکے آئے ظلم و ستم دل سے مجبور ہو کر خدا کی قسم

میں نے افسانۂ غم جہاں بھی کہا سننے والوں کے قلب و جگر ہل گئے

میری قسمت نے کچھ یاوری ہی نہ کی کوئی حسرت نہ اس دل کی پوری ہوئی

کوئی ارماں نہ اس دل کا نکلا مگر سیکڑوں بار ہم کوئے قاتل گئے

تیرا نقشِ قدم ڈھونڈنے کو صنم گھر سے نکلے جو ہم تو خدا کی قسم

منزلیں دور تر دور تر ہو گئیں جستجو میں تری پاؤں بھی چھل گئے

زندگی کو یہاں پائیداری کہاں صرف دھوکہ ہے یہ یاد رکھو میاں

دھوم جنکی تھی دنیا میں چاروں طرف وہ حسیں مہ جبیں خاک میں مل گئے

ایک لمحہ میں مجھ سے جدا ہو گئے جانے کس بات پر وہ خفا ہو گئے

طالبِ زار کا توڑ کر دل گئے ساتھ اپنے لئے رنگِ محفل گئے

○

اک روز بھی خوشی کا آیا نہ زندگی میں
آخر کو رہ گئے سب ارمان جی کے جی میں

ہوتا نہ غم جو شامل انکا مری خوشی میں
یہ لطف ہی نہ ہوتا اے دوست زندگی میں

یہ کیا خبر تھی ہمکو دیں گے وہ اسطرح غم
دل ہم نے دیدیا تھا انکو خوشی خوشی میں

دل توڑکر نہ جاؤ للّٰہ مان جاؤ
ہلچل مچی ہوئی ہے ارمان زندگی میں

اے رشک مہر تاباں اے راحت دل و جاں
جو بات تجھ میں دیکھی دیکھی نہیں کسی میں

ارمان لے کے دل میں دنیا سے جا رہا ہوں
حسرت برس رہی ہے انداز بیکسی میں

سچ تو یہ ہے کہ طالب کوئی نہیں کسی کا
یہ آزما کے دیکھا دو دن کی زندگی میں

○

اٹھا ہے دل میں جو طوفان ارماں کون دیکھے گا
ہمیں دیکھیں گے اپنی چشم گریاں کون دیکھے گا

ہمیں ہیں وہ جنھیں بہکا دیا تیری محبت نے
تری زلفوں کو اے کافر مسلماں کون دیکھے گا

ہزاروں کر رہے ہیں دعویٰ دیوانگی لیکن
ہمیں تو دیکھنا یہ ہے بیاباں کون دیکھے گا

جنازے کو مرے لیکر گزرنا انکی گلیوں سے
کہاں آئیں گے پھر ہم کوئے جاناں کون دیکھے گا

مناسب ہے اگر میں بیوفا کہدوں انھیں لیکن
بھری محفل میں انداز پشیماں کون دیکھے گا

کفن سے اسلئے منہ کو چھپا کر جا رہا ہوں میں
کسی کی آنکھ میں آنسو نمایاں کون دیکھے گا

بہت اچھا ہے طالب نہ آئیں وہ دم آخر
بہت نازک طبیعت ہے پریشاں کون دیکھے گا

○
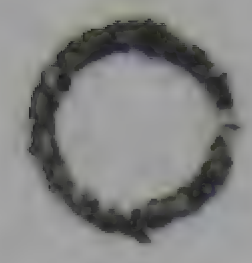
راحت ہے زندگی کہ مصیبت ہے زندگی
بہرحال ہے کسی کی عنایت ہے زندگی

وہ کیا چلے گئے کہ گئی لذت حیات
اللہ جانتا ہے کہ آفت ہے زندگی

محروم التفات رہا ہوں ازل سے میں
ان کے کرم کو مجھ سے شکایت ہے زندگی

دو دن کی زندگانی پہ نازاں ہے کس لئے
ناپائیدار ایک عمارت ہے زندگی

دل بھی جگر بھی جان بھی سب کچھ انھیں کا ہے
سچ تو یہ ہے انھیں کی امانت ہے زندگی

اے بیخبر تو ہوش و خرد سے تو کام لے
تیرا ہر ایک سانس عبادت ہے زندگی

کاندھے پہ اپنے بار ندامت لئے ہوئے
سہرے میں آج پیش عدالت ہے زندگی

طالب انھیں کی یاد میں ہو جائے گر تمام
ان کا کرم ہے لطف ہے رحمت ہے زندگی

○

کچھ اس صورت سے بدلا ہے زمانہ
نہیں ملتا نشان آشیانہ

یہ مانا تم نے دیکھا ہے زمانہ
کسی دن تم مجھے بھی آزمانہ

نگاہوں میں وہی جلوے ہیں اب تک
جنہیں بیٹھے ہوئے گذرا زمانہ

تمہارے در پہ ہم نے جان دیدی
ہمارا درد ہی تم نے نہ جانا

کسی بیکس کی روداد الم ہے
نظر میں لائے کیا اسکو زمانہ

خبر کیا تھی ذرا سی زندگی میں
ہزاروں رنگ بدلے گا زمانہ

جگر کے پار ہو کر رہ گئی ہے
تری کافر نظر کا کیا ٹھکانہ

گرا ہے کوچۂ دلبر میں طالب
اٹھانا دوستو اس کو اٹھانا

نہ سنو مری زباں سے مرا غم بھرا فسانہ
کہ اب اسکا ذکر ہی کیا جو گذر گیا زمانہ

مجھے واسطہ نہیں ہے کسی اور سے مری حالت
تری یاد سے محبت ترے غم سے دوستانہ

تجھے کیا بتاؤں اب تک تری اک نظر کی خاطر
بخدا کسی نظر کا نہ ہوا یہ دل نشانہ

مجھے تو بلا نہ اب تک مجھے تیری جستجو ہے
مجھے کیوں عطا کیا تھا یہ مزاج عاشقانہ

اسی آسرے پہ قائم مری داستان زندگی ہے
کہ وہ مسکرا کے دیکھیں نہ نگاہ طالبانہ

شب غم کی تلخیوں کو مرا جی ہی جانتا ہے
میں کسی کو کیا سناؤں غم ہجر کا فسانہ

جو وہ آپ پوچھتے مجھے یہ وطالب حزیں ہے
نہ کہیں قیام اسکا نہ کہیں کوئی ٹھکانہ

○

نامہ بر جا کے بھلا بار دگر کیا کرتے
جن کو سب کچھ تھی خبر ان کو خبر کیا کرتے

ہے یہ سب کہ وعدہ پہ ترے ہمکو ہمارو کچھ نہیں
آہ و نالہ شب غم تا بہ سحر کیا کرتے

تم تو آتے تھے مرے آغوش محبت میں اگر
دیکھتے پھر مرے نالوں کے اثر کیا کرتے

کاش قسمت سے میسر در جانانہ ہوتا
کیا بتائیں تجھے اے دیدۂ تر کیا کرتے

غم مگر نہ تھا مرہم غم فرقت کا علاج
لاکھ یار آئے مسیحا بھی مگر کیا کرتے

جب اٹھتا تھا محبت میں کیا دل تھام
یہ بتا دے کہ امید ثمر کیا کرتے

ہمکو قسمت میں اسیری تھی ازل سے طالب
پر بھی ہوتے ہوئے مجبور تھے پر کیا کرتے

○

کمسن ہیں وہ ابھی انھیں احساسِ غم نہیں
ہم کو بھی کچھ شکایتِ ظلم و ستم نہیں

ساقی یہ بیرخی تری اللہ کی پناہ
تیرے حضور کیا تری محفل میں ہم نہیں

یوں تو ہر ایک بات ستمگر کی ہے ستم
حدِ ستم تو یہ ہے شعورِ ستم نہیں

رعبِ جمالِ حسنِ رخِ یار الاماں
جلوے ہیں بے پناہ نگاہوں میں دم نہیں

یہ انتہائے جذبِ محبت تو دیکھیے
منزل بہت ہے دور مگر کچھ بھی غم نہیں

اپنوں سے کچھ غرض نہ زمانے سے واسطہ
اب اس مقام پر ہوں جہاں کوئی غم نہیں

یوں تو ہر ایک بات تری ناصحا قبول
لیکن کسی کی یاد عبادت سے کم نہیں

روتا ہوں رونے دے مری تقدیر پر مجھے
تجھ سے تو کچھ شکایتِ درد و الم نہیں

کیا کیجیے شکایتِ دردِ غمِ فراق
طالب جب ان سے کوئی امیدِ کرم نہیں

○
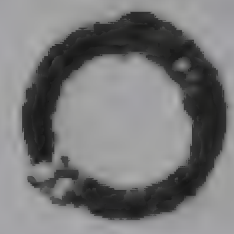
ان کو جبدم دیکھ رہا ہوں
برہم برہم دیکھ رہا ہوں

روئے منور اللہ اللہ
صبح کا عالم دیکھ رہا ہوں

آئی غم کی رات اندھیری
درد کا عالم دیکھ رہا ہوں

روئے حسیں پر بکھرے بکھرے
گیسوئے پرخم دیکھ رہا ہوں

سبحان اللہ سبحان اللہ
حسنِ مجسم دیکھ رہا ہوں

ان کے رخ پر اشک ہیں جیسے
پھول پہ شبنم دیکھ رہا ہوں

خیر نشیمن کی ہو یا رب
برق کا عالم دیکھ رہا ہوں

ہستی کا شیرازہ طالبؔ
درہم برہم دیکھ رہا ہوں

جنبشِ نظر سے کرکے دلکو مرے نشانہ
وہ مسکرا رہے ہیں حیا اے غمِ زمانہ

یہ حسن یہ تبسم یہ ناز یہ ادائیں
ان شوخیوں پہ میں کیا قربان ہے زمانہ

یارب مری دعائیں دھوکہ نہ کھا رہی ہوں
یہ کون آرہا ہے بے پردہ والہانہ

توبہ شکن ادائیں اور دلفریب نظریں
ساغر بکف جوانی انداز کافرانہ

گیسو بدوش آخر یہ کون آرہا ہے
شاید بدل رہا ہے پھر گردشِ زمانہ

اکبار مسکرا کر دیکھو اسی ادا سے
ہو جائے گا مکمل شاید مرا فسانہ

ایسے حسیں سے کیسے دلکو کوئی لگائے
جسکی ادا قیامت انداز قاتلانہ

اب سر کہاں جھکائے او جان و دل کے مالک
طالب ترانہ پائے جب تیرا آستانہ

کہہ گیا نہ جانے کیا بیخودی میں دیوانہ
کچھ سمجھ نہیں پایا کوئی بھی تو فرزانہ

ایسے دل کے گلشن میں اک بہار رقصاں تھی
وہ چلے گئے جب سے ہو گیا ہے ویرانہ

کیا تمھیں بتاؤں میں کیا تمھیں سناؤں میں
کس طرح گزاری ہے زندگی رندانہ

آج میرے ساقی نے ہوش و عقل چھینے ہیں
ڈالکر مرے دلبر اک نگاہ مستانہ

آج کے زمانے کی بیوفائیاں توبہ
ہائے کل جو اپنا تھا آج ہے وہ بیگانہ

شوخیٔ ادا لے کر دیکھو تو سہی طالب
کون آرہا ہے وہ آج بے حجابانہ

جب سے کوئی خفا ہو گیا — غم سے دل آشنا ہو گیا

وہ بڑا بے وفا ہو گیا — سوچتا ہوں یہ کیا ہو گیا

ضبط کی انتہا ہو گئی — درد حد سے سوا ہو گیا

پچھلی باتیں نہ دہرایئے — چھوڑیئے جو ہوا ہو گیا

جانے کیا کر گئی اک نظر — دل کا عالم ترا ہو گیا

تیرے دو آنسوؤں کی قسم — حق وفا کا ادا ہو گیا

صرف رونے سے اب کام ہے
جانے طالب کو کیا ہو گیا

جب وہ تصورات کی محفل میں آ گئے — ارماں سمٹ سمٹ کے مرے دل میں آ گئے

اپنا پرایا کوئی بھی پہچانتا نہیں — ہم عشق کی اس آخری منزل میں آ گئے

ان کی نوازشوں کا بھلا کیا جواب ہے — طوفاں سمٹ کے دامن ساحل میں آ گئے

ہر طور رنگ لائے گا شیدائی کا لہو — دھبے ہزاروں دامن قاتل میں آ گئے

شاید تری نگاہ کرم ہم پہ بھی پڑے — پھر اس خیال سے تری محفل میں آ گئے

خیرات حسن دے کہ نہ دے تجھ کو اختیار — تیرے حضور صورت سائل میں آ گئے

طالب کسی سے دل کو لگا کے بس اب تو ہم
مشکل میں آ گئے بڑی مشکل میں آ گئے

○

لبوں پر دم نظر ٹھہرا گئی ہے
اب آجاؤ کہ وقت آخری ہے

وہاں اے جستجوئے یار لے چل
جہاں پر زندگی ہی زندگی ہے

تصور بھی ترا برہم ہے مجھ سے
خفا تو بھی تری تصویر بھی ہے

خبر کچھ یار کی لائی ہے شاید
نسیم صبح اترائی ہوئی ہے

ذرا دیکھو مجھے شاید کسی نے
ابھی ہلکے سے ایک آواز دی ہے

وفا کے نام سے واقف نہیں جو
مجھے ان سے محبت ہو گئی ہے

مقابل میں ترے جان تمنا
ضیائے ماہ بھی شرما رہی ہے

جو کہنی چاہتا تھا ان سے طالب
وہ بات ان کے لبوں پر آ رہی ہے

○

اس طرح سے شام تنہائی کانٹوں پہ گزارا کرتا ہوں بیتابئ دل سے گھبرا کر میں ان کو پکارا کرتا ہوں

تسکین دل مضطر کے لئے تاریک غموں کی راتوں میں - ہر لمحہ تصور میں ان کی تصویر اتارا کرتا ہوں

سینے سے لگائے رہتا ہوں ہر لمحہ تمہاری یادوں کو - تم ہو کہ بھلائے بیٹھے ہو میں ذکر تمہارا کرتا ہوں

اک ڈوبنے والے بیکس کی اس وقت مجھے یاد آتی ہے ساحل پہ کھڑا ہو کر جس دم موجوں کا نظارا کرتا ہوں

شاید یہ انہیں معلوم نہیں یہ بات ابھی تک راز میں ہے
در پردہ تصور میں طالب میں ان کا نظارا کرتا ہوں۔

○
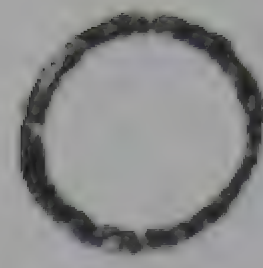
تقدیر نے کیا ہے ترے آستاں سے دور
وہ ہو گیا جو تھا مرے وہم و گماں سے دور

اچھا کیا کہ میرا نشیمن جلا دیا
اے برق ہو گیا میں غم آشیاں سے دور

اللہ یہ بلندی پرواز عشق کی
کوئی گیا ہے وسعت کون و مکاں سے دور

اس نامرادِ عشق کی محرومیاں نہ پوچھ
نکلی نہ دل کی بات دلِ ناتواں سے دور

اے حسن بے مثال خدا کی قسم مجھے
غم نے ترے کیا ہے غمِ دو جہاں سے دور

اکثر تری تلاش میں جوشِ جنوں میں ہم
کوسوں نکل گئے ہیں ترے آستاں سے دور

طالب سمجھ سکا نہ کوئی رازِ عشق کو
نکتہ یہی رہا نگہ نکتہ داں سے دور

اب جستجوئے کوچۂ جاناں نہ کیجئے — دل میں شمعِ امید فروزاں نہ کیجئے
اپنی خطاؤں کا بھی تو احساس تم کرو — تقدیر ہی سے شکوۂ دوراں نہ کیجئے
دشمن سے آپ کر کے بیاں اپنے دل کا راز — خود آپ اپنی موت کا ساماں نہ کیجئے
کہنے لگے وہ ہم سے فگاہوں کو پھیر کر — اب ہم سے ذکرِ حالِ پریشاں نہ کیجئے
بس چھوڑ دیجئے گا مجھے میرے حال پر — بس آپ میرے درد کا درماں نہ کیجئے
پردہ اٹھا کے اب رخِ زیبا سے بار بار — حیراں نہ کیجئے مجھے حیراں نہ کیجئے

طالبؔ جنوں کو ضد ہے عجب کشمکش میں ہوں
کہتا ہے ضبط چاک گریباں نہ کیجئے

○

جب مسلسل تری یادوں کے پیام آتے ہیں — تیرے بخشے ہوئے غم ہی مرے کام آتے ہیں
ان پہ آتا نہیں الزامِ محبت کوئی — جتنے الزام ہیں سب ہی مرے نام آتے ہیں
تیرے میخانے میں ایک بھیڑ لگی ہے ساقی — رند ہاتھوں میں لئے جام پہ جام آتے ہیں
میری جانب بھی کبھی نظرِ عنایت کر دو — آپ کے در پہ ہزاروں ہی غلام آتے ہیں
ہم نے دیکھا ہے یہی حسن کے بازاروں میں — زندگی ڈھونڈنے والے سرِ شام آتے ہیں

ایک مدت ہوئی طالبؔ وہ ہمیں بھول گئے
نہ پیام آتے ہیں انکے نہ سلام آتے ہیں

○

میں نے مانا کہ حرف شکایت لب پہ لانا تو اچھا نہیں ہے
پھر بھی میں تجھ سے تیری شکایت کر بھی لوں کوئی بیجا نہیں ہے

مجھ کو روکے نہ کوئی خدارا جو بھی ہونا ہے قسمت میں ہوگا
ہو گئے ناکام راہ طلب سے لوٹنا ہی گوارا نہیں ہے

میرے آنسو نہ پوچھو نہ چھیڑو مان بھی جاؤ مجھ سے نہ بولو
اپنی ناکامیوں پر بتادو کون دنیا میں روتا نہیں ہے

ہے کہاں بخت میں شادمانی بہہ گیا خون بن بن کے پانی
مل گئی خاک میں زندگانی پھر بھی کوئی ہمارا نہیں ہے

اب وفاؤں کے بدلے جفا ہے میری قسمت کی ساری خطا ہے
روٹھ کر تم ہی کیا جا رہے ہو کوئی شاید کسی کا نہیں ہے

درد و غم حسرت و یاس و ارماں تم کو سب کچھ ملے گا یہ ساماں
دل کی دنیا میں آکر تو دیکھو کتنی آباد ہے کیا نہیں ہے

بس یونہی رہنے دو مان جاؤ میں برا ہی سہی یہ بتاؤ
کون تم کو نہیں جانتا ہے کس نے طالب کو دیکھا نہیں ہے

○

جو تیری نگاہوں سے ہیں روپوش ابھی تک
ہے اُن کا تصور ہر اک ہم دوش ابھی تک

کچھ اپنی کہو میری سنو وصل کی شب ہے
کیا بات ہے کیوں بیٹھے ہو خاموش ابھی تک

کیا کچھ میکدۂ چشم سے ساقی نے پلادی
آیا نہ کسی رند کو بھی ہوش ابھی تک

آ اے غمِ جاناں تجھے سینے سے لگا لوں
خالی ہے ترے واسطے آغوش ابھی تک

بخشا تھا جو غم تم نے محبت کے صلے میں
اُس غم سے نہیں ہوں میں سبکدوش ابھی تک

پھر کل کی طرح آج بھی اِک دور چلے گا
امید لئے بیٹھے ہیں مے نوش ابھی تک

طالب نے تو رودادِ الم اپنی سنادی
محفل میں ہر اک ہے ہمہ تن گوش ابھی تک

○

راہ سے بھٹکے ہوئے کو راہ دکھلائے گا کون
جو سمجھنا ہی نہ چاہے اُس کو سمجھائے گا کون

مجھ اسیرِ رنج و غم پر لطف فرمائے گا کون
یہ مرا غربت کدہ ہے اس جگہ آئے گا کون

میں پلا ہوں حادثاتِ وقت کی آغوش میں
میری طرح دربدر کی ٹھوکریں کھائے گا کون

اے غرورِ حسن تجھکو یاد کر کے میرے بعد
رات کی تنہائیوں میں اشک برسائے گا کون

مجھ کو تم سے چاہیئے اپنی وفاؤں کا صلہ
تم نہ آئے تو مری تربت کو ٹھکرائے گا کون

تم تصور کی حسیں دنیا سے اُٹھ کر چل دیئے
ہجر کے مارے ہوئے طالب کو بہلائے گا کون

○

مجھے ان سے کوئی نفرت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی
انہیں عمر بھر محبت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی

یہ بتا میں تیرے کب تک یہ فریب کھائے جاؤں
تری بات میں صداقت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی

وہ کرم کیا ہے مجھ پر تری بے رُخی کے قرباں
مرے دل کو غم سے فرصت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی

تجھے اور کیا بتاؤں یہ بتا میں حال اپنا
مجھے زندگی میں راحت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی

تری بے وفائیوں پر میں یہ کہہ بھی دوں تو کیا ہے
تری آنکھ میں مروّت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی

میں ترے سوائے سر کو کسی در پہ کیوں جھکا دوں
کسی در سے مجھکو نسبت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی

جو گلہ ہے مجھکو طالب ہے نصیب ہی سے اپنے
کبھی ان سے کچھ شکایت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی

○

خبر کیا ہے تجھے پامال کر دی ہر خوشی میں نے
ترے غم کو سمجھ رکھا ہے اب تو زندگی میں نے

ہوا کیا بات کیا ہے آج وہ روئے نہ جانے کیوں
سنائی بارہا ان کو کہانی دکھ بھری میں نے

زمانہ دیکھنے آیا مری حالت کو سن سن کر
یہ کیا کم ہے تمہیں دیکھا ہے وقت آخری میں نے

محبت کے صلہ میں جسقدر تم نے ستم ڈھائے
تمہی کہہ دو کوئی تم سے شکایت کی کبھی میں نے

تری مرضی پہ ہے اب لاج رکھنا میرے سجدوں کی
ترے در پر جھکا دی ہے جبینِ بندگی میں نے

ہزاروں مشکلیں آئیں نظر ایک ایک منزل میں
سکوں پایا نہ آخر زندگی میں دو گھڑی میں نے

وہ طالب دیکھتا ہے آج دشمن کی نگاہوں سے
کہ جس کے واسطے برباد کر دی زندگی میں نے

○

بھولنے والے تجھے یاد کئے جاتا ہوں
تیری یادوں سے دل آباد کئے جاتا ہوں

اپنے قدموں میں مجھے اب وہ جگہ دیں کہ نہ دیں
ان کی مرضی ہے میں فریاد کئے جاتا ہوں

بال و پر کھول دے صیاد بہار آئی ہے
کب سے میں نالہ و فریاد کئے جاتا ہوں

جو ملا تھا تری الفت کی بدولت مجھ کو
آج تک میں وہی غم یاد کئے جاتا ہوں

ظلم پر ظلم ستم پر وہ ستم کرتے ہیں
یہ بھی احساس ہے بیداد کئے جاتا ہوں

یاد آؤں گا انہیں میں بھی کسی دن طالب
اب میں ہر لمحہ انہیں یاد کئے جاتا ہوں

○

اپنے بھی مخالف ہیں اور گردشِ دوراں بھی
تقدیر میں لکھے ہیں حالاتِ پریشاں بھی

اے جوشِ جنوں سب کچھ یہ تیری عنایت ہے
ٹکڑے کئے بیٹھا ہوں دامن بھی گریباں بھی

یادوں کا سہارا بھی کیا خوب سہارا ہے
آرام سے کٹتی ہے اب تو شبِ ہجراں بھی

اظہارِ غمِ دل بھی توہینِ محبت ہے
کہہ سکتے نہیں ان سے حالِ شبِ ہجراں بھی

ہر سمت نظر ڈالی ایک خاک سی اڑتی ہے
دیوانے کے دم سے تھا آباد بیاباں بھی

للہ گھڑی بھر کو آجاؤ اب آجاؤ
روتی ہیں تمنائیں بیتاب ہیں ارماں بھی

یہ سوچ کے گلشن سے دیوانے چلے آئے
مل جاتے ہیں خاروں میں اکثر گلِ خنداں بھی

دیدار کی ان پیاسی آنکھوں سے لگا لوں گا
قسمت سے جو مل جائے خاکِ درِ جاناں بھی

اب دور چلو طالب دنیا ہے حسینوں کی
یہ جان کے دشمن ہیں اور دشمنِ ایماں بھی

○

مدت ہوئی کہ میری نظر سے نہاں ہو تم
آجاؤ ابھی جاؤ کہاں ہو کہاں ہو تم

دنیا کی ہر بہار ہے قربان آپ پر
ایک پھول ہو کلی ہو غرض گلستاں ہو تم

نظریں تلاش میں ہیں کہاں جانِ جاں ہو تم
مجھ کو بھی اب وہیں پہ بلا لو جہاں ہو تم

اپنی زبان سے اور تمہیں بے وفا کہوں
تم جانِ آرزو ہو میرے مہرباں ہو تم

دونوں کی بات عشق و محبت میں ایک ہے
میں آپ کا فسانہ میری داستاں ہو تم

کیا کہنا چاہتے ہو کہو میرے سامنے
آخر وہ بات کیا ہے کوئی بے زباں ہو تم

طالب تمہارا کوئی نہیں ہے جہان میں
یعنی زمیں کے سینے پہ بارِ گراں ہو تم

○

آپ کیا کوئی زمانے میں کسی کا بھی نہیں
میری ہوتے ہوئے دنیا مری دنیا بھی نہیں

اب جدائی میں تری آنکھوں سے بہتا ہے لہو
اس سے پہلے میں کسی بات پہ رویا بھی نہیں

دور کا بھی نہ رہا واسطہ ان سے کوئی
اب تو ایسا ہے کہ جیسے کبھی دیکھا بھی نہیں

اس کو تقدیر نہ کہیے گا تو پھر کیا کہیے
بھول جائیں گے ہمیں وہ کبھی سوچا بھی نہیں

اب تو للہ ذرا دیر ٹھہر جایئے گا
ہم نے دل بھر کے ابھی آپ کو دیکھا بھی نہیں

کوئی امید نہیں ملنے کی ان سے طالب
دل سوا ان کے کسی طرح بہلتا بھی نہیں

○
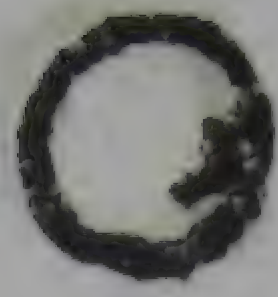
کیوں نہ برباد ہوتی مری زندگی یوں رلاتے نہ ان کو ہنسا کر مجھے (ایک دن)
آپ کہتے نہ اپنا کبھی بھول کر کیا ملا آپ سے دل لگا کر مجھے

میرے اللہ آخر یہ کیا بات ہے اسقدر دے دیئے غم کوئی حد نہیں
ایک ہی تو دیا ہے مجھے تو نے دل اس لئے ایک ہی غم عطا کر مجھے

میں تو جیسا ہوں جو کچھ ہوں اچھا برا پھر بھی اتنا بتا دیجیئے گا ذرا
بات اتنی سی ہے اور کچھ غم نہیں آزماتے ہو کیوں آزما کر مجھے

تم کو آباد رکھے خدا عمر بھر اپنی بربادیوں پہ مجھے ناز ہے
میں تو اس میں بھی خوش ہوں اگر شاد ہو تم جلا کر ستا کر رلا کر مجھے

زخم پر زخم وہ چوٹ پر چوٹ دی اس زمانے نے جس کی کوئی حد نہیں
ہوش آیا نہ پھر بھی ذرا دیکھیئے اپنی ہستی کو شاید مٹا کر مجھے

ڈھونڈتی ہے نظر ان کو چاروں طرف حسرتیں اور تمنائیں بیتاب ہیں
ہوش جاتے رہے جانے کیا کر گئے اک نظر اپنا جلوہ دکھا کر مجھے

کس کا غم کیسا غم کس کا شکوہ گلہ کیا شکایت ہے رونا ہے کس بات کا
وہ تو خود ہی پشیمان ہوں گے بہت اپنی محفل سے طالب اٹھا کر مجھے

○

کیا خبر ہے کہ بس ان کو خبر ہونے تک — ہم خدا جانے کہاں ہوں گے سحر ہونے تک

غیر تو آئے مری پرسشِ غم کو لیکن — آپ رسماً بھی نہ آئے مرے گھر ہونے تک

ابھی ہیں خود ہی بہاروں میں نشیمن اپنا — پھونک لوں گا تجھے اے برق خبر ہونے تک

ابتدا میں تو یہ عالم ہے نہ جانے کیا ہو — انتہائے خلشِ دردِ جگر ہونے تک

یہ بھی ممکن ہے کہ بیمارِ محبت نہ جئے — وعدۂ شام و سحر شام و سحر ہونے تک

وہ جو مانگے مرے جینے کی دعائیں یارب — موت آجائے دعاؤں کا اثر ہونے تک

کیا ہے طالب کی تمنا تجھے معلوم بھی ہے
یعنی زندہ ہے بس اک لطفِ نظر ہونے تک

○

مجھ کو نہ ہے نصیب ترا نقشِ پا ملا — منزل ملی مراد ملی مدعا ملا

ہونے کو یوں تو عمر بسر ہو گئی مگر — وہ ہی ملا نہ اور کوئی باوفا ملا

دنیا کو ہم نے دیکھ لیا آزما لیا — جو بھی ملا وہ ہم کو غرض آشنا ملا

عیش و نشاط راحت و غم اور مشکلیں — جو بھی ملا نصیب کا لکھا ہوا ملا

تو رحمت تمام سراپا گناہ ہوں میں — اپنی نوازشات سے میری خطا ملا

طالب جو سوئے کوچۂ جاناں ہوا گزر
ہر سمت جلوہ ریز جمالِ خدا ملا

ان کو دل دیتے ہی بربادی کے ساماں ہو گئے
نذر انکی عقل و دل جیب و گریباں ہو گئے

آگیا شاید انہیں اپنی جفاؤں کا خیال
میری صورت دیکھ کر خود ہی پشیماں ہو گئے

اس سے بہتر اور کیا ہے بے گناہی کا ثبوت
آپ میرا نام ہی سن کر پریشاں ہو گئے

مجھ کو اس دن سے نہیں ہے کوئی طوفانوں کا خوف
آپ جب سے میری کشتی کے نگہباں ہو گئے

مسجدیں خالی پڑی ہیں میکدے آباد ہیں
ہائے یہ کیا بات ہے کیسے مسلماں ہو گئے

مہکی مہکی سی ہوائیں آرہی ہیں ہر طرف
کیا کسی کے آج پھر گیسو پریشاں ہو گئے

جانِ جاں کھا کر نہ جاؤ ترکِ الفت کی قسم
ختم کیا سارے تمہارے عہد و پیماں ہو گئے

جتنی خوشیاں تھیں وہ سب گن گن کے رخصت ہو گئیں
جتنے غم دنیا کے تھے سب دِل کے مہماں ہو گئے

آپکا طالب جہاں سے آج رخصت ہو گیا
آج سب پورے تمہارے دِل کے ارماں ہو گئے

○

یوں علاج دل بیمار کئے جاتے ہیں
لمحہ لمحہ وہ مجھے غم ہی دیئے جاتے ہیں

اور کوئی نہیں جینے کا سہارا لیکن
ہم ترا نام ہی لے لے کے جئے جاتے ہیں

چھوٹ جائے نہ کہیں ضبط کا دامن مجھسے
آپ بیداد پہ بیداد کئے جاتے ہیں

دل میں ناکام تمناؤں کا بے حد ہے ہجوم
پھر بھی ہم صبر کے دامن کو سئے جاتے ہیں

پیاغم دے کے وہ یہ کہہ کے گئے ہیں مجھسے
زندگی بھر کو تجھے شاد کئے جاتے ہیں

کچھ بتاتے نہیں وہ اپنی نگاہوں کا قصور
جتنے الزام ہیں سب ہم کو دیئے جاتے ہیں

کوئی امید کرم ہی نہیں ان سے طالبؔ
زہرِ غم تھے جو مقدر میں پئے جاتے ہیں

○

ان کی یادوں کو کلیجے سے لگائے رکھیئے
نوک مژگاں پہ ہر اک اشک سجائے رکھیئے

منزلِ عشق میں کھو جاتے ہیں فرزانے بھی
آپ للّٰلہ مرا ساتھ نبھائے رکھیئے

بھول جانا انہیں تو ہیں محبت ہوگی
ان کا غم زیست کا عنوان بنائے رکھیئے

دور حاضر سے ملا ہے یہ سبق اے لوگو
رسمِ دنیا سے بھی دامن کو بچائے رکھیئے

میں کوئی اور سناؤں گا ابھی قصۂ غم
آپ کچھ دیر ابھی ساز اٹھائے رکھیئے

اک نظر تم پہ بھی ہو سکتی ہے طالبؔ لیکن
شمعِ امید کو سینے سے لگائے رکھیئے

○

رہی نہ اپنی خبر بھی مجھ کو ہے آگہی کا سوال کیسا
تری نگاہِ کرم سلامت کیا کرم بے مثال کیسا

نہ دل لگاتے نہ غم اٹھاتے وفا کے بدلے جفا نہ ہوتی
جو بات ہونی تھی ہو گئی وہ اب اسکا رنج و ملال کیسا

نفس نفس پر مصیبتیں ہیں ہر اک منزل میں الجھنیں ہیں
قدم قدم پہ بچھا ہوا ہے ہماری راہوں میں جال کیسا

ذرا جو لب کھول دوں تو اس میں بڑی ہی توہین ضبطِ غم ہے
کیسے بتاؤں کہ ہو گیا ہے کسی کی فرقت میں حال کیسا

بڑی ہی الجھن میں پڑ گیا ہوں عجیب سی کیفیت ہے دل کی
تمہاری نگاہوں نے آج ساقی کیا ہے مجھ سے سوال کیسا

کسی سے شکوہ ہے نہ شکایت گلہ مقدر سے بھی نہیں ہے
میں اپنی ناکامیوں پہ خوش ہوں کہاں کا غم اور ملال کیسا

تمام محفل میں شور اٹھا ہر ایک طرف سے صدا یہ آئی
ترا فسانہ بھی واہ طالبؔ ہر اک کے ہے حسب حال کیسا

○

جب جب ان کی یاد آتی ہے آنکھ مری نم ہو جاتی ہے
رو لینے سے کچھ لمحوں کو آتشِ غم کم ہو جاتی ہے
کون خدا جانے روتا ہے رات کے سناٹوں میں اکثر
درد بھری آواز آتی ہے پیہم مدھم ہو جاتی ہے

دل کا عجب عالم ہوتا ہے ہجر میں ان کے توبہ توبہ
جانے کتنی تنہائی میں طولِ شبِ غم ہو جاتی ہے
الجھے الجھے ان کے رخ پر گیسو جس دم یاد آتے ہیں
حد سے زیادہ قلبِ حزیں کی الجھن اس دم ہو جاتی ہے

طالب ہم اتنا سمجھے ہیں کون کسی کے کام آتا ہے
سچ تو یہ ہے وقتِ مصیبت موت بھی برہم ہو جاتی ہے

ہم ان کی جستجو میں کچھ ایسے گھر گئے ہیں
دیوانے بن گئے ہیں دیوانے ہو گئے ہیں
جس وقت پوچھتا ہوں وہ کچھ نہیں بتاتے
جانے وہ کس خطا پر ناراض ہو گئے ہیں
دیکھے تو کوئی میری بد قسمتی کا عالم
تارے نصیب کے سب گن گن کے سو گئے ہیں
ڈوبے ہوئے تھے پہلے وہ میری جستجو میں
اب اپنی جستجو میں مجھ کو ڈبو گئے ہیں
کچھ شعر تو نہیں ہیں اب کیا بتائیں طالب
بے وجہ ہم جہاں میں بدنام ہو گئے ہیں

○

مزاجِ یار جو برہم نہ مہرباں ہوتا — ہر ایک غم مرے سینے میں کیوں جواں ہوتا

ہر اک شاخ پہ نغمہ سرائیاں کرتے — چمن میں کاش ہمارا ابھی آشیاں ہوتا

مجھے وہ دے کے الم کیوں ملال کرتے ہیں — جو شادماں مجھے کرتے تو شادماں ہوتا

یہ بات کیا ہے کبھی تو نہیں نہیں والے — تری زباں پہ اک دن تو لفظ ہاں ہوتا

یہ آرزو ہے اسی آرزو میں روتا ہوں — جبینِ شوق مری ان کا آستاں ہوتا

گلہ نہیں مجھے دنیا کی بے وفائی کا — ترا کرم تو رفیقِ غمِ نہاں ہوتا

سنا تو دیتا سرِ بزم طالبِ مضطر
اگر فسانۂ غم قابلِ بیاں ہوتا

○

ہر طرح تیرے غم کو چھپایا کریں گے ہم — شکوہ زباں تک بھی نہ لایا کریں گے ہم

تجھ سے کرم کی بھیک بھی توہینِ عشق ہے — اشکوں سے دل کی پیاس بجھایا کریں گے ہم

جاتے ہیں آپ جائیے اتنا رہے خیال — پھر کس کو دل کی بات سنایا کریں گے ہم

راہِ وفا میں جس سے ملے سب کو روشنی — پلکوں پہ وہ چراغ جلایا کریں گے ہم

ہر غم رکھیں گے دل میں بڑی احتیاط سے — ہر اک خوشی کو آگ لگایا کریں گے ہم

وہ ظلم بھی کریں گے اگر طالبِ حزیں
ہنس ہنس کے ان کے ظلم اٹھایا کریں گے ہم

کہا جو میں نے قریب آؤ تو مسکرا کر کہا کہ اوں ہوں
یہ بے رخی کیوں ہے مان جاؤ تو مسکرا کر کہا کہ اوں ہوں

جو اسے پوچھا خموش کیوں ہو جھکی ہے گردن اداس کیوں ہو
ذرا نظر سے نظر ملاؤ تو مسکرا کر کہا کہ اوں ہوں

شکایتیں کر رہے تھے جب وہ تو عرض کی عاجزی سے میں نے
تمام باتوں کو بھول جاؤ تو مسکرا کر کہا کہ اوں ہوں

یہ بال بکھرے ہوئے ہیں کیسے عجیب سی کیفیت ہے طاری
یہ بات کیا ہے ذرا بتاؤ تو مسکرا کر کہا کہ اوں ہوں

جو جان مانگو تو جان دیدوں میں وہ نہیں ہوں جو آہ کر دوں
تم اپنے طالب کو آزماؤ تو مسکرا کر کہا کہ اوں ہوں

تم راز محبت کو جب غیر پہ کھولو ہو — اس وقت مرے دل میں نشتر سا چبھو لو ہو
افسانۂ فرقت میں سب ذکر تمہارا ہے — کیا بات ہے پھر تم کیوں آنکھوں کو بھگو لو ہو
معلوم تو ہو جائے کچھ وجہ پریشانی — دل سخت پریشاں ہے ہنستے ہو نہ بولو ہو
ظاہر کی محبت سے احساس یہ ہوتا ہے — دنیا کے دکھانے کو بس منہ مرا دھو لو ہو

اب اور بتاؤں کیا یہ حد ہے محبت کی
طالب کے تمہیں ہر دم ہر سانس میں بولو ہو

○

بس اک دن یہی جاں ارماں ہوگا — تری یاد ہوگی گریبان ہوگا
ادھر تو نقاب ان کے رخ سے اٹھیگا — ادھر میرے مرنے کا سامان ہوگا
ملے گی نئی زندگی زندگی کو — یہ سر ان کی چوکھٹ پہ قربان ہوگا
گزر جائے گی زندگی روتے روتے — نہ پورا کوئی دل کا ارمان ہوگا
یہ کیا تھی خبر ایک دن مسکرانا — ہمارے لئے غم کا سامان ہوگا
مرے حال پر اب ترس کھا کے آجا — ترا اسے اجل مجھپہ احسان ہوگا

پریشان کیا ہے مجھے جس نے طالب
وہ خود بھی کسی دن پریشان ہوگا

○

ہر آنسو دیدۂ تر میں رہے تو اچھا ہے — یہ گھر کی بات ہے گھر میں رہے تو اچھا ہے
ہماری آہ سفر میں رہے تو اچھا ہے — اگر تلاشِ اثر میں رہے تو اچھا ہے
گرا دیا مجھے اپنی نگاہ سے جس نے — یہ بات اس کی نظر میں رہے تو اچھا ہے
تصورات کی دنیا سے وہ نہ جائے کہیں — اگر حجاب نظر میں رہے تو اچھا ہے
خدا کرے نہ کریں مجھ پہ التفات کبھی — جگر کا درد جگر میں رہے تو اچھا ہے

فنا کے بعد بھی یہ طالب حزیں تیرا
تری ہی راہ گزر میں رہے تو اچھا ہے

○

دل کچھ اس طرح سے مچلتا ہے — کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا ہے
اب تری یاد بھی رلاتی ہے — اب ترا غم بھی دل میں پلتا ہے
زندگی کی اداس راہوں میں — آرزو کا چراغ جلتا ہے
یہ بھی کیا کم ہے زندگی کے لئے — کہ ترے غم سے جی بہلتا ہے
لاکھوں ارمان دل میں آتے ہیں — ایک ارماں اگر نکلتا ہے
وہ نہ بدلے مجھے ملال نہیں — یہ زمانہ اگر بدلتا ہے
اپنی ناکامیوں پہ روتا ہوں — خون دل آنسوؤں میں ڈھلتا ہے
آج شاید ترا مریض الم — آخری کروٹیں بدلتا ہے

بحر الفت میں ڈوب کر طالبؔ
آدمی پھر کہاں نکلتا ہے

○

میرا بھی انکے لب تک اب نام آگیا ہے — کچھ دل کی دھڑکنوں کو آرام آگیا ہے
اے درد عشق تیرا مقصد سمجھ گیا ہوں — سب کچھ میری نظر میں انجام آگیا ہے
میں کیا بتاؤں ان کی گستاخئ نظر کو — ہر اک طرح مجھی پر الزام آگیا ہے
کہنا تھا جانے کیا کیا تم سے مریض غم کو — آئے ہو جب اجل کا پیغام آگیا ہے

بس اک مرے علاوہ ساقی کے در سے طالبؔ
ایسا کوئی نہیں جو ناکام آگیا ہے

○
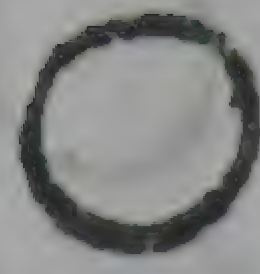
وقت کی زلف خم دیکھ کر ہم چلے ہر قدم دیکھ کر
مسکرانے لگی زندگی ان کی نظرِ کرم دیکھ کر
ذوق سجدہ ابھرنے لگا ان کا نقشِ قدم دیکھ کر
آج اپنی جگہ آ گئے ساری دنیا کو ہم دیکھ کر
ان کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں میری آنکھوں کو نم دیکھ کر
آج پھر دل الجھنے لگا ان کی زلفوں کے خم دیکھ کر

تم نے طالب یقیں کر لیا
ان کے قول و قسم دیکھ کر

○

غم فراق کا مارا جیا جیا نہ جیا کسی سے عرض تمنا کیا کیا نہ کیا
گزارنی ہے بحر طور زندگی لیکن کسی کا ہم نے سہارا لیا لیا نہ لیا
جنونِ عشق تجھے اپنی حد میں رہنا ہے گریباں اس نے ہمارا سیا سیا نہ سیا
رہ طلب میں قدم رکھ تو لیں مگر اے دوست جنوں نے ساتھ ہمارا دیا دیا نہ دیا

بس اپنا حال پریشاں سنا تو دوں طالب
مگر یہ اس نے گوارہ کیا کیا نہ کیا

○

مجھے یاد آنے والے تجھے کیسے بھول جاؤں
جو لگی ہے آگ دل میں اسے کس طرح بجھاؤں

مری زندگی کے مالک ترے دم سے زندگی ہے
ترے روٹھنے سے پہلے کہیں میں نہ روٹھ جاؤں

مجھے اتنے غم ملے ہیں کہ نہیں شمار کوئی
ذرا یہ مجھے بتاؤ کہ میں کیسے مسکراؤں

جو گزر رہی ہے مجھ پر یہ کسی کو کیا خبر ہے
نہیں کوئی سننے والا کسے حالِ دل سناؤں

بڑی بے وفا ہے دنیا یہی سوچتا ہوں طالبؔ
نہ کسی پہ جان دوں میں نہ کسی سے دل لگاؤں

○

کی نئی بات کیا آپ ہی نے
ساتھ کس کا دیا ہے کسی نے

ایک غم ہم کو مرنے کا ہوتا
سیکڑوں غم دیئے زندگی نے

یہ اندھیرے تو اپنی جگہ ہیں
ہمکو دھوکہ دیا روشنی نے

انکا در دو قدم رہ گیا تھا
مجھ کو دھوکہ دیا زندگی نے

ایسا محسوس ہوتا ہے طالبؔ
مجھکو آواز دی پھر کسی نے
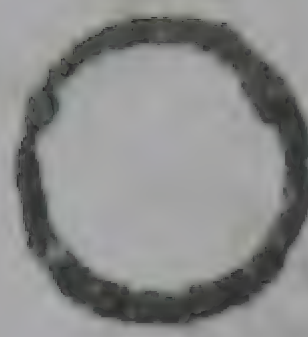
اگر حالِ پریشاں یوں بیاں ہوتا تو اچھا تھا
مرا سر ان کا سنگ آستاں ہوتا تو اچھا تھا

قفس میں ہوں بڑی حسرت سے تکتا ہوں بہاروں کو
چمن میں کاش میرا آشیاں ہوتا تو اچھا تھا

تمہاری ساری دنیا ہے تمہارا ہی زمانہ ہے
کوئی میرا بھی زیرِ آسماں ہوتا تو اچھا تھا

خفا ہونے لگے کیوں سن کے میرے غم کا افسانہ
نہیں کہ یہ دو سر محفل بیاں ہوتا تو اچھا تھا

اندھیرا ہی اندھیرا ہے مقدر میں تو کیا کہئے
کوئی قسمت کا تارہ ضوفشاں ہوتا تو اچھا تھا

رہِ الفت میں اندیشہ ہے دیوانے نہ کھو جائیں
اگر کوئی امیرِ کارواں ہوتا تو اچھا تھا

گزر جاتی خوشی کے ساتھ اپنی زندگی طالب
کشیدہ ہی رہا وہ مہرباں ہوتا تو اچھا تھا

○

غیر تو غیر ہیں اپنوں کے کرم دیکھ لئے — وقت کے ساتھ زمانے کے ستم دیکھ لئے

ہو گیا دور وہ دنیا کی ہر اک الجھن سے — جس نے اکبار تری زلف کے خم دیکھ لئے

ان سے ملنے کی تمنا میں دلِ مضطر نے — اک مسرت کے لئے سیکڑوں غم دیکھ لئے

مجھ سے پوچھے کوئی دشوارئ راہِ الفت — ڈگمگاتے ہوئے لاکھوں کے قدم دیکھ لئے

اٹھتے ہی پردۂ رخ تاب نظارہ نہ رہی — آج اے چشم تمنا ترے دم دیکھ لئے

کھل گئی مجھ پہ ترے نقش قدم کی عظمت — نگہہ شوق نے جب دیر و حرم دیکھ لئے

یہ ملا جانِ تمنا تری چاہت کا صلہ
تیرے طالب نے نہ دیکھے تھے جو غم دیکھ لئے

وہ چشم ناز برہم ہو گئی ہے — مری ہر اک خوشی غم ہو گئی ہے

وہی میں ہوں وہی انکی محبت — مگر دیوانگی کم ہو گئی ہے

وہیں کعبہ سمٹ کر آ گیا ہے — جہاں میری جبیں خم ہو گئی ہے

زباں پر ان کا نام آنے سے پہلے — ہماری آنکھ پرنم ہو گئی ہے

ملا ہے وہ شرف ہستی کو میری — کہ ممتازِ دو عالم ہو گئی ہے

کہاں ہو تم کہاں ہو آبھی جاؤ — نگاہِ شوق بیدم ہو گئی ہے

نہیں اب خواہش دیدار طالب
کہ ان کی یاد محکم ہو گئی ہے

آپ جب بھی ملے بے رخی کی طرح
تم سے جب ہم ملے پیار ہی کی طرح

اب تو جینے دے مجھ کو خدا کے لئے
زندگی زندگی نہ زندگی کی طرح

دل میں رکھ لی چھپا کر بڑے پیار سے
تیرے غم کی امانت خوشی کی طرح

دردِ فرقت کی جب انتہا ہو گئی
موت ہم سے ملی زندگی کی طرح

تیرے سودائی کو جانے کیا ہو گیا
بات کرتا ہے دیوانگی کی طرح

اتفاقاً وہ ایک دن ملے بھی مگر
بات کی بھی مگر بے رخی کی طرح

دیکھو طالب کوئی بے زباں تو نہیں
بات کرتے رہو آدمی کی طرح

○

کیا تم کو بتاؤں میں اس شوخ کی رعنائی
جس نے بھی اسے دیکھا ہے اس کا تمنائی

جب صحنِ گلستاں میں وہ محوِ خرام آیا
کلیوں پہ نکھار آیا پھولوں پہ بہار آئی

دل جب سے دیا تجھ کو ہر شخص یہ کہتا ہے
رسوا ہے دیوانہ سودائی ہے سودائی

رو رو کے گزارے ہیں لمحے تری فرقت کے
دل تجھ سے لگانے کی یہ ہم نے سزا پائی

پھر دورِ گذشتہ کا آنکھوں میں تصور ہے
پھر دل کی تمنائیں لینے لگیں انگڑائی

کچھ تیری جفاؤں کا احساس نہیں اس کو
ہر حال میں دیوانہ ہے تیرا تمنائی

کیا جان کا اندیشہ پھر لایا ہے پروانہ
کس بات پہ ہو طالب لو شمع کی تھرائی

لے کے دل کہتے ہیں دیا کیا ہے
اس کرم کی بھی انتہا کیا ہے

میں بھی خود آجتک سمجھ نہ سکا
جانے اس دل کا مدعا کیا ہے

اپنی تقدیر سے شکایت ہے
بے وفا سے مجھے گلہ کیا ہے

ان کی راہوں میں دیکھ کر رُخ کو
لوگ کہتے ہیں کھو دیا کیا ہے

یوں تو جینے کو جی رہے ہیں مگر
ایسے جینے میں اب مزا کیا ہے

بے رخی کا سبب تو ہو معلوم
کیوں خفا ہو گئے ہوا کیا ہے

کہیں طالب ہی تو نہیں دیکھو
شور کیسا ہے ماجرا کیا ہے

○

وہ کہیں مہرباں ہو نہ جائے
مختصر داستاں ہو نہ جائے

چھیڑ پھولوں سے کرنا نہ اے دل
مدعی باغباں ہو نہ جائے

مسکرا کر نہ دیکھو نہ دیکھو
حسرتِ دل جواں ہو نہ جائے

میرے نالوں سے ہو کر پریشاں
چرخ نالہ کشاں ہو نہ جائے

مختصر سی ہماری کہانی
اب کہیں داستاں ہو نہ جائے

دامنِ عشق پہ سوچتا ہوں
دھجیاں دھجیاں ہو نہ جائے

دورِ ماضی کا سُن کر افسانہ
آرزو پھر جواں ہو نہ جائے

روٹھ جائیں گے وہ مجھ سے طالب
ذکر میرا وہاں ہو نہ جائے

O

ترے دیدار کی حسرت میں، جانِ آرزو برسوں
پھرا ہوں دربدر کوچہ بکوچہ کو بکو برسوں

ادھر دیکھا اُدھر دیکھا یہاں دیکھا وہاں دیکھا
تجھے دیکھا زمانے میں نظر آیا نہ تو برسوں

اب ایسا ہے کہ ان آنکھوں سے رویا بھی نہیں جاتا
تری فرقت میں جن آنکھوں سے برسا ہے لہو برسوں

نہ جانے ہیں کہاں روپوش حُسنِ یار کے جلوے
پریشاں ہو کے لوٹ آئی نگاہِ جستجو برسوں

کسی دن بھی دلِ مضطر کو بہلانے نہیں آئے
تصوّر ہی میں کی ہے ہم نے ان سے گفتگو برسوں

ہمارے ظرفِ ضبطِ میکشی کی داد دے ساقی
رکھی ہے ہم نے تیرے میکدے کی آبرو برسوں

نمازِ عشق یوں طالبؔ ادا کی ان کی فرقت میں
کیا خونِ تمنا خونِ ارماں سے وضو برسوں

O

یہی جو آج بیگانے ہوئے ہیں — ہمارے جانے پہچانے ہوئے ہیں
معاذ اللہ جنونِ عشق توبہ — پری رو اے بھی دیوانے ہوئے ہیں
سنائیں کیا ہماری زندگی کے — بڑے پُردرد افسانے ہوئے ہیں
قسم رندوں نے شاید توڑ دی ہے — جو پھر آباد میخانے ہوئے ہیں
نہ پہونچا عشق کی منزل پہ کوئی — یہ دیوانے تو دیوانے ہوئے ہیں
نہ کیجئے چھوڑیئے ذکرِ محبت — جہاں کی خاک ہم چھانے ہوئے ہیں

ذرا سی تھی ہماری بات طالبؔ
ہزاروں جس کے افسانے ہوئے ہیں
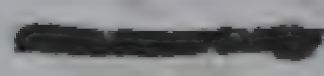
یہ دل بڑا نادان ہے معلوم نہیں کیوں — بے وجہ پریشان ہے معلوم نہیں کیوں
یوں تو ہیں زمانے میں حسیں سیکڑوں لیکن — دل تم ہی پہ قربان ہے معلوم نہیں کیوں
ہر لمحہ تری مجھ پہ عنایت کی نظر ہے — دل پھر بھی پریشان ہے معلوم نہیں کیوں
ساقی مجھے خود اپنے ہی ہاتھوں سے پلادے — کب سے یہ اک ارمان ہے معلوم نہیں کیوں
اس بات کی مجھکو ہے خوشی اپنے کئے پر — وہ خود ہی پشیمان ہے معلوم نہیں کیوں
ہو خیر مری کشتیٔ امید کی یارب — طوفان پہ طوفان ہے معلوم نہیں کیوں

طالبؔ کو مٹانا تو کوئی کھیل نہیں ہے
وہ کہتے ہیں آسان ہے معلوم نہیں کیوں

غموں سے دور کبھی اپنی زندگی نہ ہوئی
نہ تھی نصیب میں کوئی خوشی نہ ہوئی

ہزار کوششِ پیہم کے بعد گلشن میں
کسی بھی غنچہ و گل پر شگفتگی نہ ہوئی

بجھی بجھی سی رہی شمع آرزوئے حیات
نصیب ہی میں اندھیرا تھا روشنی نہ ہوئی

سمجھ کے یہ میری ہمت نہ توڑنا اے دل
کسی کی دید میسر ہوئی ہوئی نہ ہوئی

ذرا جو ضبطِ محبت سے ہم نے کام لیا
ترے بغیر وہ پہلی سی بیکلی نہ ہوئی

ترے بغیر گزر تو رہی ہے دوست مگر
یہ زندگی تو محبت کی زندگی نہ ہوئی

غم حیات سے فرصت نہ مل سکی طالب
تمام عمر ادا شرح عاشقی نہ ہوئی

○

جانے کیا بات ہے جو غنچہ دہن
دیکھتا ہوں تری جبیں پہ شکن

زندگی کے ہر ایک موڑ پہ ہے
ہر قدم اک عجیب سی الجھن

کیا بتائیں کہ غم کے تیروں نے
سیکڑوں دل میں کر دیئے روزن

آگ لگ جائے ان بہاروں کو
جب چمن میں نہیں وہ جانِ چمن

بعد مردن بھی میری تربت سے
وہ بچا کر گزر گئے دامن

جب کسی لالہ رخ کی یاد آئی
میں نے پھولوں سے بھر لیا دامن

آتشِ دل بجھائی اشکوں سے
پھر بھی محسوس کر رہا ہوں جلن

غیر تو غیر تھے مگر طالب
آج اپنے بھی ہو گئے دشمن

صیاد کا خطرہ ہے نہ کچھ خوفِ خزاں ہے
اب میرا گلستاں ہیں نشیمن ہی کہاں ہے

ہے درد میں ڈوبی ہوئی آواز یہ کس کی
یہ کون ہے جو وقتِ سحر محوِ فغاں ہے

رونق تھی تری بزم میں دیوانے کے دم سے
اب شورِ سلاسل ہے نہ وہ شورِ فغاں ہے

پہلے تو وہ سن لیتے تھے رودادِ غمِ دل
اب ان کو ہر اک بات مری بارِ گراں ہے

ہے عشق کا اب اس آخری منزل پہ جنوں کی
کچھ ہوش ہے اپنا نہ غمِ سود و زیاں ہے

بھولے ہی سے اک بار وہ اپنا مجھے کہدیں
ایسی یہ بھلا قسمتِ ناکام کہاں ہے

گلشن میں وہ پھولوں سے ابھی کھیل رہے ہیں
افسانۂ طالب سنیں فرصت ہی کہاں ہے

دل راز داں ہے اور کوئی راز داں نہیں
ان پر بھی منکشف مرا رازِ نہاں نہیں

آ اے اجل سکوں کے لئے بیقرار ہوں
میرے لئے جہاں میں کہیں بھی اماں نہیں

کیا آپ سن سکیں گے غمِ دل کی داستاں
جو آپ نے سنی ہے مری داستاں نہیں

اب اس مقام پر ہے مری بیخودیٔ شوق
یہ بھی خبر نہیں ہے کہاں ہوں کہاں نہیں

روتا ہوں رونے دیجئے تقدیر پر مجھے
کچھ آپ سے تو شکوۂ دردِ نہاں نہیں

ان کے بغیر زیست پریشاں حال ہے
دل غم سے مضمحل ہے کہ وہ مہرباں نہیں

یہ اور بات ہے نہ ملے وہ کہیں مجھے
طالب نگاہِ شوق نے ڈھونڈا کہاں نہیں

داستانِ غمِ دل انکو سناؤں کیسے
آگ جو دل میں لگی ہے وہ بجھاؤں کیسے

آپ دیکھیں تو مرے غمکدہ دل کی بہار
اور ارمانوں کی دنیا کو سجاؤں کیسے

آنسوؤں سے نہ بجھی ہے نہ بجھے آتشِ غم
اب یہی سوچ رہا ہوں کہ بجھاؤں کیسے

وہ مجھے بھول گئے ہائے یہ اچھا نہ ہوا
میں انہیں دل سے بھلاؤں تو بھلاؤں کیسے

آ کہ اے جانِ تمنا تجھے دل میں رکھ لوں
اور دنیا کی نگاہوں سے چھپاؤں کیسے

ہر طرف سے چلے آتے ہیں مسلسل طوفاں
کشتیٔ عمر کنارے سے لگاؤں کیسے

تیرا وعدہ تھا مرا ساتھ نبھا دینے کا
کس طرح یاد دلاؤں یہ بتاؤں کیسے

دل کا جو حال ہوا ضبطِ غمِ فرقت سے
کیا کہوں کس سے کہوں کسکو سناؤں کیسے

وہ بھی ناراض ہیں دنیا بھی خفا ہے طالبؔ
اپنی سوئی ہوئی تقدیر جگاؤں کیسے

گوارا ہے اگر ہے لب کشائی پر بھی پابندی
بہر صورت ہمیں منظور ہے ان کی رضامندی

جنوں کا دور ہے صحرانوردی جسکا مقصد ہے
کرے گا کیا کوئی اب ایسے دیوانے کی پابندی

رہِ الفت کی ناکامی ارے توبہ معاذ اللہ
نہ کام آیا جنوں اپنے نہ کام آئی خردمندی

دکھا کر اک جھلک روپوش ہو جانا تو آفت ہے
مقابل آؤ اور دیکھو نظر کی حوصلہ مندی

فضا بے کیف ہے پھولوں کے چہروں پر اداسی ہے
چمن میں چل رہی ہے چارسو کیسی ہوا گندی

اگر چشمِ طلب دیکھے حقیقت کی نگاہوں سے
ہر اک ذرے میں آتی ہے نظر شانِ خداوندی

یہ طوفانِ حوادث مجھ سے کیوں طالبؔ الجھتے ہیں
ہزاروں بار دیکھی ہے ہماری حوصلہ مندی

○

جس دن سے ترے طالب دیدار رہے ہیں — یہ سچ ہے کہ جینے سے بھی بیزار رہے ہیں
اللہ کسی کو بھی نہ دے ایسی مصیبت — ہم جیسی مصیبت میں گرفتار رہے ہیں
کیں تم نے ہر اک لمحہ جفاؤں پہ جفائیں — اک ہم ہیں کہ اس پر بھی وفادار رہے ہیں
اوروں کو نوازا نگہہ لطف و کرم سے — وہ ہم ہیں جو آنکھوں میں تری خار رہے ہیں
ہم نے تو بڑے ضبط و تحمل سے گزاری — گستاخ ترے گیسوئے خمدار رہے ہیں
کچھ اور بھی غم ہیں غم جاناں کے علاوہ — اے دوست ہم ان سے بھی خبردار رہے ہیں

طالب یہ حقیقت ہے کہ ہم روز ازل سے
طوفانِ حوادث میں گرفتار رہے ہیں

میرے اللہ نے کیا دیا ہے مجھے — انکا غم دیکے الجھا دیا ہے مجھے
منزل عشق میں ہر نفس ہر قدم — میری قسمت نے دھوکہ دیا ہے مجھے
میں نے سب کچھ تمہیں پر فدا کر دیا — تم نے غم کے سوا کیا دیا ہے مجھے
عمر بھر کے لئے وہ خفا ہو گئے — یہ وفاؤں کا بدلہ دیا ہے مجھے
شب کی تنہائیوں نے تری یاد نے — جان ارمان تڑپا دیا ہے مجھے
جب بھی پہونچا گریباں پہ دست جنوں — خود مرے دل نے سمجھا دیا ہے مجھے

کیسے طوفان سے ساحل پہ آیا ہوں میں
کس نے طالب سہارا دیا ہے مجھے

چھوڑکر اب آشیاں اے باغباں جاتا ہوں میں
ہو مبارک تجھ کو تیرا گلستاں جاتا ہوں میں

بزم سے لے کر تری دردِ نہاں جاتا ہوں میں
مہرباں جاتا ہوں میں اے مہرباں جاتا ہوں میں

اب جنونِ عشق کی اس آخری منزل میں ہوں
ہوش اتنا بھی نہیں باقی کہاں جاتا ہوں میں

اہلِ غم روئیں گے جس کو یاد کر کے میرے بعد
چھوڑ کر اک ایسے غم کی داستاں جاتا ہوں میں

چل دئے سب قافلے والے اکیلا چھوڑ کر
اب جہاں لے جائے گی قسمت وہاں جاتا ہوں میں

اب وہ کیا آئیں گے اب کچھ دیر کا مہماں ہوں
اب تو لے کر آخری دو ہچکیاں جاتا ہوں میں

پھر اٹھی وحشت چلا ہوں پھر بیاباں کی طرف
کر کے پھر دامن کی طالب دھجیاں جاتا ہوں میں

ایسا تری چاہت میں گرفتار ہوا ہوں
یہ بھی نہ رہا ہوش کہ میں کون ہوں کیا ہوں
منزل کے کیلئے جب بھی میں دو گام چلا ہوں
اٹھ اٹھ کے گرا ہوں کبھی گر گر کے اٹھا ہوں

پوچھو نہ مرا حال لبس اے قافلے والو
ایسا ہے کہ میں طالب نقش کف پا ہوں
دنیا نے بنا ڈالے ہیں کتنے ہی فسانے
اک بات کے کہنے کا گنہگار ہوا ہوں

چپکے سے نکل جاتے ہیں پھیر کے نظریں
جب بھی میں کبھی ان کو سر راہ ملا ہوں
جس دن سے گرایا ہے مجھے تو نے نظر سے
اس دن سے زمانے کی نگاہوں سے گرا ہوں

جس جا پہ فرشتوں کی بھی پرواز نہیں ہے
میں عشق کی اس آخری منزل پہ گیا ہوں
ان کا مجھے دیوانہ سمجھتی تو ہے دنیا
کیا غم ہے جو رسوا سر بازار ہوا ہوں

ملتا نہ کہیں اور سکوں طالب مضطر
دنیا سے الگ ہوں در جاناں پہ پڑا ہوں

انہیں پھر عشق کی دنیا میں لا کے دیکھا ہے
سیاہ خانۂ دل جگمگا کے دیکھا ہے

پھر ایک بار وہ دیکھیں نگاہ لطف کے ساتھ
پھر اسی خیال سے محفل میں آ کے دیکھا ہے

اک ایسا وقت بھی آیا ہے اے چمن والو
خود اپنا آپ نشیمن جلا کے دیکھا ہے

فریب ہستیٔ ناپائیدار کیا کہیئے
کبھی تو روئے کبھی مسکرا کے دیکھا ہے

وہ بے وفا کبھی آمادۂ وفا نہ ہوا
ہزار بار اسے آزما کے دیکھا ہے

چمن میں پھولوں کے لب پر خوشی کا نام نہیں
نسیم صبح نے بھی گدگدا کے دیکھا ہے

چراغ دل میں جلا کر کسی کی یادوں کے
تمام عالم ہستی سجا کے دیکھا ہے

سمٹ نہ جائے یہ دامان آرزو طالب
یہ کس نے آج مجھے مسکرا کے دیکھا ہے

○

کیوں میں دردِ جگر کی بات کروں
کیوں کسی چارہ گر کی بات کروں

وحشتِ دل کا پھر تقاضہ ہے
پھر تری رہ گزر کی بات کروں

مجھ کو اپنی خبر نہیں اب تو
کیا میں اس بے خبر کی بات کروں

کیا رہا ہے مریضِ فرقت میں
کیا دعا کیا اثر کی بات کروں

کیسے کیسے فریب کھائے ہیں
کیا میں اس فتنہ گر کی بات کروں

ان سے شکوہ شکایتیں ہیں فضول
بے وجہ دردِ سر کی بات کروں

جیسے گزری گزر گئی مت پوچھ
اب میں کیا عمر بھر کی بات کروں

اپنی باتیں ہی کم نہیں طالب
کیا اِدھر کی اُدھر کی بات کروں

O
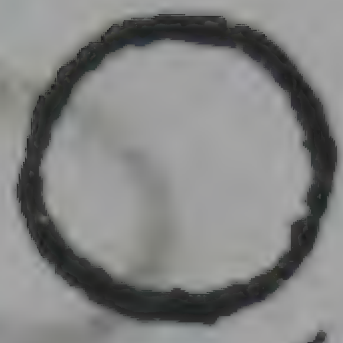
رخ سے نقاب اٹھائیے اک بار دیکھئے
کب سے کھڑا ہے طالب دیدار دیکھئے

جاتے ہیں آپ جائیے لیکن یہ عرض ہے
میرا ہے کون مونس و غمخوار دیکھئے

پوچھیں نہ آپ مجھ سے مری داستان شوق
خود کو مری نگاہ سے اک بار دیکھئے

بس آپ اب نہ دیجئے جھوٹی تسلیاں
اچھا نہ ہوگا عشق کا بیمار دیکھئے

جس زندگی کو سمجھا تھا میں نے عزیز تر
وہ زندگی ہے اب تو گراں بار دیکھئے

جو غم عطا کیا تھا کسی نے کبھی مجھے
اس غم سے ہو گیا ہے بس اب پیار دیکھئے

کل اک حسین پھول تھا میں جس نگاہ میں
سمجھا ہے اس نے آج مجھے خار دیکھئے

طالب جنوں کا دور ہے انار ہے خیال
رسوا نہ ہو کوئی سر بازار دیکھئے

○

مرا دلِ ازل ہی کے روز سے نہیں فکر روزِ حساب میں
مری معصیت کی بساط کیا تری رحمتوں کے جواب میں

میں اسے نہ دیکھ سکوں تو اب یہ مری نظر کا قصور ہے
وہ ہے ذرّے ذرّے میں جلوہ گر میں سمجھ رہا ہوں حجاب میں

وہ دکھا کے مجھ کو بس اک جھلک مری چشمِ شوق سے چھپ گئے
بڑی کشمکش ہوں مبتلا مری زندگی ہے عذاب میں

غمِ دل میں اس کو سناؤں کیوں وہ مجھے نگاہ میں لائے کیوں
مجھے اپنے عشق پہ ناز ہے وہ ہے مست اپنے شباب میں

یہ نہیں خبر تجھے بے خبر تجھے ڈھونڈتی ہے مری نظر
تری یاد باقی ہے آج بھی مرے قلب خانہ خراب میں

تجھے مستِ ناز خبر نہیں مجھے میکدے سے غرض نہیں
جو سرور آنکھوں میں ہے تری وہ کہاں ہے جام شراب میں

وہ گئے ہیں جب سے نہ آئے پھر مجھے طالب اسکا ملال ہے
مگر اتنا یاد ضرور ہے کہ وہ آئے تھے کبھی خواب میں

○

روٹھ کر جاؤ نہ یوں موت کا ساماں نہ کرو
میں تو پہلے ہی پریشاں ہوں پریشاں نہ کرو

وحشتِ دل کا تقاضہ تو ہے پیہم لیکن
ضبط کہتا ہے ابھی چاک گریباں نہ کرو

صرف جھوٹی ہی تسلی سے تسلی دے دو
مہربانی کی نظر مجھ پہ مہرباں نہ کرو

جبکہ معلوم ہے تم کو کہ پریشاں ہوں میں
جانِ ارمان پریشاں کو پریشاں نہ کرو

جان پر آن بنی آپ کو احساس نہیں
اب تو پامال مری جاں مرے ارماں نہ کرو

کتنے بھولے ہوئے غم یاد پھر آجاتے ہیں
ان کی تصویر دکھا کر مجھے حیراں نہ کرو

بیچ منجدھار میں مانا ہے سفینہ طالبؔ
ڈوب جانے دو مگر منّتِ طوفاں نہ کرو

○

جو میکش ترے میخانے سے نکلے
ہمارے جانے پہچانے سے نکلے

وہ آنسو پی لئے ہم نے خوشی سے
جو آنسو تیری یاد آنے سے نکلے

نگاہ لطف غیروں پر ہوئی ہم
تری محفل سے بیگانے سے نکلے

ملے تھے جو محبت میں کسی کی
وہ غم اب تک نہ غم خانے سے نکلے

بتائیں کیا کسی کی زلف کے بل
نہ خود سلجھے نہ سلجھانے سے نکلے

جنہیں اب تک سمجھ پایا نہ طالبؔ
وہ جملے ترے افسانے سے نکلے

○

کیا گلہ ہمدم نہیں پہچانتے — اب تو خود کو ہم نہیں پہچانتے
جس کو حاصل ہے خوشی کی زندگی — وہ کسی کا غم نہیں پہچانتے
مدتوں تک جن میں الجھی زندگی — زلف کے وہ خم نہیں پہچانتے
کیا ہے بیمار مریض ہجر میں — نزع کا عالم نہیں پہچانتے
دل میں لگ جاتا ہے لیکن کیا کریں — بات وہ ہمدم نہیں پہچانتے
ساتھ گزری جن کے ساری زندگی — وہ شریک غم نہیں پہچانتے

دیکھ کر طالب کو وہ کہنے لگے
آپ کو اب ہم نہیں پہچانتے

○

رنج و غم و ملال دل ناتواں نہ کر — جو بھی ہے تیرا حال کسی سے بیاں نہ کر
جوش جنوں میں کہہ تو گیا جانے کیا مگر — اس بات کا خیال مرے راز داں نہ کر
ہمت نہ ہار دوری منزل کا خوف ہے — اچھا ہے یہ خیال غم کارواں نہ کر
کیا غم ہے بجلیوں نے نشیمن جلا دیا — اس کا کوئی ملال مرے مہرباں نہ کر
جس کا جواب سن کے تجھے ناگوار ہو — ایسا کوئی سوال مرے ہمزباں نہ کر

طالب وہ سن رہے ہیں بڑے ذوق و شوق سے
تو بھی تو ختم اپنی ابھی داستاں نہ کر

○

جو آپ نے کئے ہیں ستم آپ کی قسم
ان کا کوئی ملال نہ غم آپ کی قسم

بے چینیوں کا شکوہ کسی سے نہیں کیا
میں نے کبھی خدا کی قسم آپ کی قسم

اب تو کوئی غموں کا ٹھکانہ نہیں رہا
اک بار مسکرائے تھے ہم آپ کی قسم

بخشے جو آپ نے ہمیں تحفے میں عشق کے
دل میں چھپا لئے ہیں وہ غم آپ کی قسم

کل آپ منہ کو پھیر کے نکلے چلے گئے
حسرت سے دیکھتے رہے ہم آپ کی قسم

کل میکشوں نے پینے سے کی اس لئے گریز
رہ جائے میکدے کا بھرم آپ کی قسم

طالب کی آپ کے بخدا کچھ نہیں طلب
درکار ہے نگاہ کرم آپ کی قسم

○

کھل گئی شاید وہ زلف مشکبار اب کے برس
مہکی مہکی ہے نسیم خوشگوار اب کے برس

دور ہے مجھ سے مرا جان بہار اب کے برس
یہ بہاریں میری آنکھوں میں ہیں خار اب کے برس

کون تھا کرتا رہا جو آہ زار اب کے برس
رونق گلشن رہی ہے سوگوار اب کے برس

جس کو میں بھولا ہوا تھا اک زمانے سے مگر
جانے کیوں یاد آ رہا ہے بار بار اب کے برس

آپ کے آنے سے پہلے دل بہت بے چین تھا
آپ آئے ہیں تو آیا ہے قرار اب کے برس

پھر سے طالب میکشوں کے جام ٹکرانے لگے
پھر اٹھا ہے جھوم کے ابر بہار اب کے برس

یہ نہ سمجھو کہ تم سے پیار نہیں

میں تمہیں کیسے بھول جاؤں گا
جس طرح ہو سکے نبھاؤں گا
غم بھی دو گے تو مسکراؤں گا

کیوں تمہیں میرا اعتبار نہیں
یہ نہ سمجھو کہ تم سے پیار نہیں

کیا سناؤں جو حال رہتا ہے
فکر رنج و ملال رہتا ہے
بس تمہارا خیال رہتا ہے

ایک لمحے کو بھی قرار نہیں
یہ نہ سمجھو کہ تم سے پیار نہیں

آپ کا غم بھی مجھ کو راحت ہے
کوئی شکوہ نہ کچھ شکایت ہے
آپ ہی سے مجھے محبت ہے

سب گوارا ہے ناگوار نہیں
یہ نہ سمجھو کہ تم سے پیار نہیں

زندگی خوشگوار ہے تم سے
جان ارماں قرار ہے تم سے
کتنا طالب کو پیار ہے تم سے

چین ہے دل کو بے قرار نہیں
یہ نہ سمجھو کہ تم سے پیار نہیں

یہ اک دعا مری منظور اے خدا کر دے
انہیں بھی لطفِ شبِ غم سے آشنا کر دے

فراق یار کی تکلیف سے رہا کر دے
ہر ایک شخص مرے واسطے دعا کر دے

ملال ہے مجھے ناکامیٔ مقدر کا
یہ غم نہیں کہ ترا غم مجھے فنا کر دے

ابھی تو لطف اسیری ملا نہ تھا صیاد
یہ کب کہا تھا مجھے قید سے رہا کر دے

اگر وہ جان بہاراں چمن میں آجائے
ہر ایک غنچہ و گل جان و دل فدا کر دے

جہاں سے اٹھتے ہیں پیہم ہزارہا طوفان
رُخ اس طرف مری کشتی کا ناخدا کر دے

نہ آیا رحم تجھے بعد قتل بھی قاتل
بلند اور ترا حوصلہ خدا کر دے

جو میرے حال پریشاں پہ مسکراتے ہیں
خدا انہیں بھی محبت سے آشنا کر دے

ترا فراق تری جستجو تری الفت
نہ جانے طالب خستہ کا حال کیا کر دے

قدم راہِ محبت میں جہاں بھی ڈگمگائیں گے
وہیں تجھکو ہم اے ذوقِ تمنا ازمائیں گے

جو اہلِ درد ہونگے خون کے آنسو بہائیں گے
تری محفل سے جب ہم لاشِ ارماں لیکے جائینگے

مری ناکامیوں پر ہنسنے والو کیا قیامت ہے
یہ کیا معلوم تھا سارے سہارے ٹوٹ جائینگے

خیال آتا ہے شاید ہم کسی دن مسکرائیں تھے
اگر قسمت میں ہوگا پھر کسی دن مسکرائینگے

بہر صورت تجھے اے موت اپنا کام کرنا ہے
ترا احسان ہوگا ہم غموں سے چھوٹ جائینگے

ابھی تک بھولنے والے تجھے ہم یاد کرتے ہیں
وہ دن بھی آنے والا ہے تجھے ہم یاد آئینگے

وہ مل جائیں گے قسمت سے کہیں جو ایکدن طالب
تو ہم دامن پکڑ کر داستانِ غم سنائیں گے

دل تری اداؤں پر سو جان سے واری ہے
ہر حال میں دیوانہ تیرا ہی پجاری ہے

کس طرح گزاریں گے اور کیسے گذاری ہے
کچھ کہہ بھی نہیں سکتے مشکل یہ ہماری ہے

ہوگا نہ سکوں حاصل اب انکی جدائی میں
جلنا غمِ فرقت سے قسمت میں ہماری ہے

وعدہ بھی کیا تم نے اور پھر بھی نہیں آئے
ہم نے یہ شبِ فرقت کانٹوں پہ گزاری ہے

اس در سے جبیں میری اٹھی ہے نہ اٹھے گی
اس در نے زمانے کی تقدیر سنواری ہے

روداد غمِ فرقت اب کون سنے طالب
ہم کس کو کہیں اپنا دنیا ہی تمہاری ہے

تیری ہستی کا بھی ہر ذرہ درخشاں ہو جائے
اک نظر مجھ پہ بھی بس اے مہ تاباں ہو جائے

چاہتا ہوں مجھے حسرت سے زمانہ دیکھے
اس بلندی پہ تری دید کا ارماں ہو جائے

وہ جو اک بار اٹھا دیں رخ روشن سے نقاب
تیری دنیائے محبت میں چراغاں ہو جائے

دل وہ دل ہے جو تری یاد سے غافل نہ رہے
آنکھ وہ ہے جو تری یاد میں گریاں ہو جائے

دولتیں دونوں جہاں کی مجھے حاصل ہو جائیں
اگر تری چوکھٹ پہ جو قربان مری جاں ہو جائے

کیا قیامت ہے کہ دنیا اسے دیوانہ کہے
جو محبت میں تری چاک گریباں ہو جائے

دیکھ لیں آپ اگر اک نگہ لطف کے ساتھ
طالب زار کی مشکل ابھی آساں ہو جائے

دیکھ کر ان کی رہگزر روئے
کیا بتائیں کہ کسقدر روئے

کیا کہیں جستجوئے جاناں میں
مدتوں ہم بھی دربدر روئے

اشک پونچھیں وہ اپنے دامن سے
اس تمنا میں عمر بھر روئے

دن پریشانیوں سے گذرا تھا
رات آئی تو رات بھر روئے

آج کیا بات ہے کہ چارہ گر
کیوں مرا حال دیکھ کر روئے

خوش رہے ہوں گے لوگ اے طالب
ہم تو اپنے نصیب پر روئے

○

عمر بھر کسی کے غم زندگی سے کھیلے ہیں   ہر نفس ہر اک لمحہ ہر خوشی سے کھیلے ہیں

رات کے اندھیروں میں جانِ آرزو برسوں   ہم تیری جدائی میں بیکلی سے کھیلے ہیں

رات اس طرح کاٹی ہم نے ان کے وعدوں پر   صبح تک ستاروں کی روشنی سے کھیلے ہیں

منزلِ محبت میں جانے کتنے دیوانے   رکھ کے سر ہتھیلی پر زندگی سے کھیلے ہیں

آج میکدے پر تھا وہ ہجوم رندوں کا   جانے کسقدر میکش میکشی سے کھیلے ہیں

اسطرح سے بہلایا ہم نے دل کو اے طالب

جب بھی ان کی یاد آئی شاعری سے کھیلے ہیں

○

جبکہ وہ مجھ سے بدگماں بھی نہیں   پھر یہ کیا بات مہرباں بھی نہیں

اک عجب سی ہے کیفیت دل کی   غم نہیں ہے تو شادماں بھی نہیں

میری قسمت کی بات ہے ورنہ   دور کچھ ان کا آستاں بھی نہیں

جانے کیوں برق پھر چمکتی ہے   اب کہیں میرا آشیاں بھی نہیں

زخم محسوس ہوتے ہیں لیکن   دل میں کوئی کہیں نشاں بھی نہیں

پھر کہاں جا کے ہو گئے روپوش   وہ یہاں بھی نہیں وہاں بھی نہیں

نہ تو انکار ہے محبت سے

طالب انکے لبوں پہ ہاں بھی نہیں

○

رہی ہے جس کو مسلسل مرے جگر کی تلاش
میں کر رہا ہوں ابھی تک اسی نظر کی تلاش

رہِ وفا میں جو ہر لمحہ ساتھ ساتھ رہے
ہے زندگی کو کسی ایسے ہمسفر کی تلاش

اب اس مقام پہ بیمارِ عشق ہے تیرا
جہاں دوا کی ضرورت نہ چارہ گر کی تلاش

بس اب تو مجھ کو اسیری پسند ہے صیاد
نہ آشیاں کی تمنا نہ بال و پر کی تلاش

کہیں ضرور ہے محوِ خیالِ یار کوئی
یہ دیکھتا ہوں کہ شب کو نہیں سحر کی تلاش

تری تلاش میں اب ذوقِ جستجو کی قسم
نہ فکرِ دوریِ منزل نہ راہ بر کی تلاش

کبھی نہ پوری ہوئیں دل کی حسرتیں طالبؔ
تمام عمر دعا کو رہی اثر کی تلاش

○

وہ جہاں سے بھی جدھر سے بھی گذر جاتے ہیں ۔ جتنے بے کیف نظارے ہیں سنور جاتے ہیں

وہ خدا جانے کہاں اور کدھر جاتے ہیں ۔ وعدۂ شام و سحر روز ہی کر جاتے ہیں

یاد آجاتا ہے ماضی کا فسانہ جس دم ۔ کتنے منظر مری آنکھوں سے گذر جاتے ہیں

چارا گر واہ تری چارا گری کے قرباں ۔ ایک تسلی سے کہیں زخم جگر جاتے ہیں

جس جگہ طائرِ ادراک نہ پہنچا اب تک ۔ اس جگہ سے ترے دیوانے گذر جاتے ہیں

بعدِ مردن بھی نہ اٹھیں گے یہاں سے طالبؔ
اور ہوں گے جو ترا چھوڑ کے در جاتے ہیں

جانے ہوا ان کی زلف کا سودا کسے کسے
ہونا پڑے گا دیکھئے رسوا کسے کسے

سوزِ دروں کو چشمِ تمنا کو دردکو
ان کے بغیر دیں گے دلاسہ کسے کسے

اب آپ کے فراق میں دیوانے آپکے
دکھلائیں بیخودی کا تماشہ کسے کسے

تیری تلاش میں ۔ پتا جان آرزو
دیکھے ہماری چشمِ تمنا کسے کسے

میں اس مقام پر ہوں مجھے کچھ خبر نہیں
دیوانگی میں کہتا ہوں کیا کیا کسے کسے

طوفانِ غم میں ڈوب رہی ہیں جو کشتیاں
ہو گا نصیب ہائے کنارا کسے کسے

ہر پھول کا مزاج الگ رنگ و بو الگ
پیا دیتا ہے کہیں اچھا کسے کسے

اتنے ہیں دل میں زخم کوئی انتہا نہیں
اچھا کرے وہ شک مسیحا کسے کسے

رک رک کے پوچھتا ہے ہر شخص حالِ دل
طالب سنائے ذکر تمہارا کسے کسے

○

پھول مرجھا گئے رات بس کے — رہ گئے زندگی کو ترس کے
ہم نشینوں بہار آگئی ہے — توڑ دو توڑ دو در قفس کے
تو مٹائے گا ہمکو زمانے — رہنے دے ہم نہیں تیرے بس کے
جن کو آنا تھا آخر نہ آئے — رہ گئیں میری آنکھیں ترس کے
اس رہائی سے دل ہے پریشاں — اس سے بہتر تو دن تھے قفس کے
ساقیا تو نے سب کو پلائی — ایک ہم رہ گئے بس ترس کے

باز آیا میں جینے سے طالب
اسقدر غم نہیں میرے بس کے

○

میرا بھی ان کے لب تک کیا نام آگیا ہے — کچھ دل کی دھڑکنوں کو آرام آگیا ہے
اے دردِ عشق تیرا مقصد سمجھ گیا ہوں — سب کچھ مری نظر میں انجام آگیا ہے
میں کیا بتاؤں ان کی گستاخئ نظر کو — ہر اک طرح مجھی پر الزام آگیا ہے
کہنا تھا جانے کیا کیا تم سے مریض غم کو — آئے ہو جب اجل کا پیغام آگیا ہے

بس اک مرے علاوہ ساقی کے در سے طالب
ایسا کوئی نہیں جو ناکام آگیا ہے

○

اداس اداس چمن ہے وہ دلکشی نہ رہی
کسی بھی غنچہ و گل پر شگفتگی نہ رہی

مرے ندیم جو روشن تھا خانۂ دل میں
اب اس چراغ محبت میں روشنی نہ رہی

زباں پہ آج یہ بات آگئی قصور معاف
مری طرف وہ تری بندہ پروری نہ رہی

نہ پوچھ مجھ سے مرا حال پوچھنے والے
مرے نصیب میں شاید کوئی خوشی نہ رہی

مجھے چمن کی بہاروں سے واسطہ کیا ہے
جہاں تھا میرا نشیمن وہ شاخ ہی نہ رہی

نگاہ یار جو اٹھی تو دل کو تھام لیا
پھر اس کے بعد کوئی بات ہوش کی نہ رہی

وہ بات بات ہے جب تک ہے راز میں طالبؔ
نکل گئی جو زباں سے وہ بات ہی نہ رہی

○

ایک وہ ہیں جو ترے لطفِ نظر تک پہونچے
ایک ہم ہیں نہ ابھی تک ترے در تک پہونچے

جن کو محسوس نہ کرتی تھی طبیعت میری
وہ اندھیرے مرے احساسِ نظر تک پہونچے

رات ڈھلنے بھی نہ پائی تھی کہ دم توڑ دیا
تیرے بیمارِ محبت نہ سحر تک پہونچے

تم نے جو نرگسی آنکھوں میں چھپا رکھے تھے
آج وہ تیر مرے قلب و جگر تک پہونچے

یوں تو ہر بات ہے اک بات مگر اے طالبؔ
بات جب ہے کہ ہر اک بات اثر تک پہونچے

○

جو ملے اٹھا لئے ہیں ترے غم خوشی سے میں نے
کبھی کچھ زباں سے اپنی نہ کہا کسی سے میں نے
کئی بار ترکِ الفت کے لئے کہا ہے شاید
کبھی زندگی نے مجھ سے کبھی زندگی سے میں نے
یہ سمجھ کے ان کا وعدہ نہ ہوا وفا نہ ہوگا
شمعِ آرزو بجھا لی سرِ شام ہی سے میں نے
کبھی یہ مصیبتیں ہیں کبھی وہ مصیبتیں ہیں
یہ تمام عمر کاٹی بڑی بیکسی سے میں نے
تجھے سنگ دل خبر کیا مرا دل ہی جانتا ہے
جو کئے ہیں لطف حاصل تری بے رخی سے میں نے
سرِ راہ کیا بتاؤں مجھے جس کی جستجو تھی
کوئی کیا ادھر سے گزرا یہ کہا اسی سے میں نے
بس اک اتنی بات ہی پر وہ خفا ہوئے ہیں طالب
انہیں بے وفا کہا تھا بخدا ہنسی سے میں نے

○

خفا نصیب جو اے مہرباں نہیں ہوتا
تو میں نگاہ میں اس کی گراں نہیں ہوتا

جو کوہِ طور پہ آتا نہ بے نقاب کوئی
نگاہِ شوق ترا امتحاں نہیں ہوتا

نہ حالِ شدتِ غم اور نہ حالِ دردِ فراق
کسی کے سامنے اب کچھ بیاں نہیں ہوتا

جو چارہ گر سے کہا حالِ دل، تو کہنے لگا
علاجِ شدتِ دردِ نہاں نہیں ہوتا

نہ پوچھ دل ہی پہ موقوف کیا ہے درد کا حال
نگاہِ یار سلامت کہاں نہیں ہوتا

نہ جانے ہم سے زمانے کو دشمنی کیا ہے
ہمارے حال پہ جو مہرباں نہیں ہوتا

رہِ طلب میں جو طالبؔ قدم اٹھاتا ہے
اسے کوئی غمِ سود و زیاں نہیں ہوتا

○

مسرت کی امیدیں جن سے ہوں وہ غم نہیں ہوتے ۔ وہ غم کب غم کہے جاتے ہیں جو محکم نہیں ہوتے
تجھے پاتے ہیں جبدم ہم تو خود کو بھول جاتے ہیں ۔ مقابل تیرے ہم ہوتے ہیں لیکن ہم نہیں ہوتے
بتائیں کیا تمہیں ہم سے غموں کا حال مت پوچھو ۔ ترقی دن بدن ہوتی ہے لیکن کم نہیں ہوتے
جو سر ہوتے ہیں خوددارِ محبت یہ حقیقت ہے ۔ کسی در پر کسی کے سامنے وہ خم نہیں ہوتے
ذرا سی بات پر تم روٹھ جاتے ہو ذرا سوچو ۔ تمہاری سیکڑوں باتوں پہ ہم برہم نہیں ہوتے
مگر کیا کہوں ان سے بڑی توہینِ الفت ہے ۔ مرے رازِ غمِ دل سے جو وہ محرم نہیں ہوتے

اندھیرا سا نظر آتا ہے طالبؔ دل کی دنیا میں
تصور میں ترے وہ جلوہ گر جس دم نہیں ہوتے

اس کے علاوہ اور سکوں کا آخر کیا سامان کریں
آ غم جاناں اپنے دل میں اب تجھکو مہمان کریں
دل سی شے جب تجھ کو دیدی پاس ہمارے کیا ہے باقی
اور بتا اے جان تمنا کیا تجھ پر قربان کریں
ان کی گلی سے لے کر گزریں بعد فنا میت کو میری
میرے ساتھی بس اتنا سا مجھ پر اک احسان کریں
ضبط کا دامن چھوٹ نہیں سکتا گھبرا جاؤں ناممکن
جتنا چاہے مجھ کو پریشاں یہ غم کے طوفان کریں
یہ سب مطلب کی ہے دنیا طالب اپنا کوئی نہیں
کس کے لئے ہم اشک بہائیں کس پہ فدا ہم جان کریں

پھر کسی کی تلاش ہے مجھ کو
زندگی کی تلاش ہے مجھ کو
جس سے وابستہ ہے خوشی ان کی
اس خوشی کی تلاش ہے مجھ کو
اب نہ درکار ہے کسی کا کرم
بے رخی کی تلاش ہے مجھ کو
رخ سے گیسو ذرا ہٹا دیجئے
روشنی کی تلاش ہے مجھ کو
اب تو اپنی خبر نہیں اے دوست
کب کسی کی تلاش ہے مجھ کو
تیری مخمور انکھڑیوں کی قسم
بے خودی کی تلاش ہے مجھ کو
کب سے طالب ہے آپ کا طالب
آپ ہی کی تلاش ہے مجھ کو

دردو فراق حسرت وارماں سے کھیلئے
تنہائیوں میں دیدۂ گریاں سے کھیلئے
ہر اک نفس پہ قلب پریشاں سے کھیلئے
یادوں سے کھیلئے شب ہجراں سے کھیلئے
دامن سے اور اپنے گریباں سے کھیلئے
جس طرح ہو سکے غم جاناں سے کھیلئے

آنکھوں میں اشک لب پہ فغاں دل ہے بیقرار
وہ غم ملے ہیں جن کا نہیں ہے کوئی شمار
باقی نہیں ہے جیب و گریباں میں کوئی تار
ان کے بغیر گل بھی ہیں میری نظر میں خار
اب جی یہ چاہتا ہے بیاباں سے کھیلئے
جس طرح ہو سکے غم جاناں سے کھیلئے

کسطرح میرا خرمن ہستی جلا نہ پوچھ
مت پوچھ میرا حال برائے خدا نہ پوچھ
کیا کیا کسی کے عشق میں پائی سزا نہ پوچھ
ہونا تھا جو نصیب میں وہ ہو گیا نہ پوچھ
کب تک جنون آتش پنہاں سے کھیلئے
جس طرح ہو سکے غم جاناں سے کھیلئے

اے طالب حزیں یہ سمجھتا ہے خاص و عام
مشکل وہ کونسی ہے جو ہوتی نہیں تمام
ہونا ہے ایک روز ہر اک شئے کا اختتام
مرنا اسی کا نام ہے جینا اسی کا نام
ہمت کے ساتھ گردش دوراں سے کھیلئے
جس طرح ہو سکے غم جاناں سے کھیلئے

آج کے دور میں وفاداری　　درحقیقت ہے نام کی یاری
مجھکو افسوس ہے بڑا بھاری　　مطلبی گفتگو بہت پیاری

پردۂ دوستی میں غدّاری

ایک عالم غلام ہے انکا　　ساری دنیا میں نام ہے ان کا
میں بتاؤں جو کام ہے انکا　　شغل دھوکہ فریب مکّاری

پردۂ دوستی میں غدّاری

جانتا ہوں کہ اک ادیب ہیں آپ　　شکل بھولی بھی ہے عجیب ہیں آپ
کسقدر واہ خوش نصیب ہیں آپ　　تنگ ہے تم سے زیست بے چاری

پردۂ دوستی میں غدّاری

فکر بس یہ مدام ہے تم کو　　غم یہی صبح شام ہے تم کو
ہر گھڑی بس یہ کام ہے تم کو　　کوئی مشکل ہو کوئی دشواری

پردۂ دوستی میں غدّاری

پرسکوں دن حسین راتیں ہیں　　کسقدر دل فریب باتیں ہیں
یاد بھی کیسی کیسی گھاتیں ہیں　　ہاتھ جوڑے کھڑی ہے عیاری

پردۂ دوستی میں غدّاری

ایسے لوگوں سے اب نہ بات کرو　　ترک ان سے تعلقات کرو
دشمنی اور نہ التفات کرو　　ان کا شیوہ ہے ذلت و خواری

پردۂ دوستی میں غدّاری

چل سنبھل کر کے چال اے طالب　　ہر قدم پر ہے جال اے طالب
اب ہے جینا محال اے طالب　　عام ہے جا بجا یہ بیماری

پردۂ دوستی میں غدّاری

ایک دن اک راستے سے میں جو گزرا وقت شام ‏ ‏ ایک دکھیا دوڑ کر آئی کیا مجھ سے کلام

اشک بھر لائی وہ آنکھوں میں کہا اے مہرباں ‏ ‏ تم سے کہنا چاہتی ہوں اپنے غم کی داستاں

اک تعجب سا ہوا مجھکو یہ سن کر اس کی بات ‏ ‏ عرض کی میں نے بتادے بات کیا ہے نیک ذات

حال مجھ سے اپنا رو رو کر بیاں کرنے لگی ‏ ‏ غم جو اسکے دل میں پنہاں تھا عیاں کرنے لگی

میرا ایک بھائی تھا بھائی تم ہی جیسی شکل کا ‏ ‏ ایک مدت ہو گئی وہ ہو گیا مجھ سے جدا

ڈھونڈتی ہیں اسکو نظریں ہر طرف دیوانہ وار ‏ ‏ ایک ساعت کے لئے آتا نہیں دل کو قرار

جو نہ جاتا تھا کہیں مجھ کو اکیلا چھوڑ کر ‏ ‏ اب کہیں بھی اسکی صورت تک نہیں آتی نظر

تا بکے اشک الم آنکھوں سے برساؤں گی میں ‏ ‏ یاد ہی میں اک نہ اک دن اسکی مر جاؤنگی میں

یوں تو اس دنیا میں جینے کیلئے جیتی ہوں میں ‏ ‏ مختصر یہ ہے کہ اپنا خون دل پیتی ہوں میں

داستان پر الم سے میں جو گھبرانے لگا ‏ ‏ اس پریشاں حال کو اسطرح سمجھانے لگا

ہو گیا اس داستاں سے دامن دل تار تار ‏ ‏ صبر کر میری بہن کیوں رو رہی ہے زار زار

کونسی آنکھیں ہیں دنیا میں ہوئیں جو نم نہیں ‏ ‏ کون سا دل ہے کہ جس دل میں کسی کا غم نہیں

میری بھی ایک داستاں سن لے مری پیاری بہن ‏ ‏ میرے دل میں بھی تری طرح سے ہے بھاری دکھن

باپ ماں اور چار بچے اور ایک بیوی حسیں ‏ ‏ ہو گئی مدت وہ جا کر سو گئے زیر زمیں

کیا بتاؤں اے بہن دل کیسے بہلاتا ہوں میں ‏ ‏ حال غم کہتے ہوئے اب خود بھی گھبراتا ہوں میں

موت کے آگے ہر اک فرد بشر مجبور ہے ‏ ‏ مختصر یہ ہے کہ دنیا کا یہی دستور ہے

گو کسی کے دل میں غم ہے لب پہ آہ و زار ہے ‏ ‏ صبر کر میری بہن رونا ترا بیکار ہے

وقت رخصت کہتی جاتی تھی وہ طالبہ بار بار ‏ ‏ کسطرح بیتاب دل بہلاؤں گی پروردگار

مت کر پیار کسی سے پنچھی ہوا ہے کیوں نادان رے
کوئی نہیں دنیا میں کسی کا کہا تو میرا مان رے
پریم کا نام لیا جس نے بھی زندہ ہی مر جائے ہے
اس دھرتی پر اک پل کو وہ چین کہاں پھر پائے ہے
بڑی کٹھن ہیں پریت کی راہیں مت سمجھ آسان رے ۔ مت کر پیار کسی سے پنچھی
عزت شہرت دھن اور دولت مٹی میں مل جائے گی
دیوانہ کہلائے گا تو دنیا ہنسی اڑائے گی
کتنے گھر دیکھے ہیں میں نے پڑے ہیں جو ویران رے ۔ مت کر پیار کسی سے پنچھی
اپنے اور بیگانے سے بھی رشتے ناتے ٹوٹیں گے
ماتا پتا یہ بہن بھتیجے اور بھائی بھی چھوٹیں گے
میری باتیں مان لے مت کر مرنے کا سامان رے ۔ مت کر پیار کسی سے پنچھی
میں سمجھا ہوں کہ یہ جوانی دیوانی کہلاتی ہے
کی بھی نہیں جاتی ہے الفت مانتا ہوں ہو جاتی ہے
پھر بھی بھولا ہے تیری مت کھو مفت میں اپنی جان رے ۔ مت کر پیار کسی سے پنچھی
میں نے دنیا دیکھ لی طالب اس میں وفا کا نام نہیں
بس اپنے مطلب کے علاوہ اور کوئی کچھ کام نہیں
آج کے انسانوں کو نہیں ہے انساں کی پہچان رے ۔ مت کر پیار کسی سے پنچھی

O

ہر دم تیری یاد ستائے رو رو نیر بہاؤں بتا دے دل کیسے بہلاؤں

برہا کی اگنی سے سارا تن من جھلسا جائے

میرے ساجن تیری جدائی رہ رہ کر تڑپائے

چھوڑ کے ضبط و صبر کا دامن دیوانی کہلاؤں بتا دے دل کیسے بہلاؤں

جب سے نہ دیکھی میں نے تیری صورت پیاری پیاری

گن گن کے تارے بیتے ہے رین ہماری ساری

ایسے جینے سے بس اب تو اچھا ہے مرجاؤں بتا دے دل کیسے بہلاؤں

برگد نیچے آس لگائے تکوں میں تیری راہیں

تجھ بن میں بھرتی رہتی ہوں ٹھنڈی ٹھنڈی آہیں

کس سے دل کا حال کہوں میں کہتے ہوئے شرماؤں بتا دے دل کیسے بہلاؤں

کیسے کاٹوں میں دکھیاری لمبی بیرن راتیں

کس سے کروں اب تنہائی میں پریم کی میٹھی باتیں

یہ تو بتا دے میرے سنوریا کب تک من ترساؤں بتا دے دل کیسے بہلاؤں

کب سے پڑی ہے تجھ بن طالب سونی من کی نگریا

آس میں تیری بیتی جائے موری بالی عمریا

سکھ سے سوئے دنیا ساری میں تنہا گھبراؤں بتا دے دل کیسے بہلاؤں

قطعات

خدا کا شکر ہے تم آ گئے زہے قسمت — بہار آئی ہے گویا بہار سے پہلے
ذرا وہ بات بتاؤ تو جس پہ برہم تھے — یہ پوچھنا ہے مجھے تم سے پیار سے پہلے

طالب جلوۂ جاناں ہوں مرا حال نہ پوچھ — حسرتیں ڈھونڈتی پھرتی ہیں پریشاں ہو کر
وقت کی بات کہ اب تک نہ ملے وہ مجھ کو — زندگی رہ گئی وقفِ غمِ جاناں ہو کر

قسمت نے اگر ساتھ دیا جانِ تمنا — اک روز محبت مری سر ہو کے رہے گی
یہ حسن یہ انداز یہ شوخی یہ تبسم — یہ چاند سی تصویر نظر ہو کے رہے گی

حالِ دیوانگی نہ پوچھ اے دوست
زندگی زندگی کو ڈھونڈتی ہے
چھین کر لے گیا جو صبر و قرار
دل کی دنیا اسی کو ڈھونڈتی ہے

حسرت بھری آنکھوں سے جدھر دیکھ رہے ہیں — آتے نہیں وہ ہم کو نظر دیکھ رہے ہیں
پھیلا ہے ہر اک سمت اندھیرا ہی اندھیرا — دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہے ہیں

یہ غمِ دوراں نہ آئیں اک لمحہ کبھی قریب — ہر قدم پر ہو تمہیں حاصل قرارِ زندگی
صدقِ دل سے یہ دعا کرتا ہے طالب آپ کا — ہر نفس پر ساز گار آئے بہارِ زندگی

اللہ یہ آیا ہے زمانہ کیسا — انسان کو انسان دغا دیتا ہے
یہ خوب سمجھنا ہے سمجھ لو لوگو! — ہر جرم کی اللہ سزا دیتا ہے

جانِ میری ہر اک الجھن سے نکل جائے گی — وعدۂ شام و سحر ہو یہ ضروری تو نہیں
صاف انکار بہت اچھا ہے جانِ ارماں — مہربانی کی نظر ہو یہ ضروری تو نہیں

ضبط سے کام لے لیا ورنہ — رازِ دل عام ہو گیا ہوتا
تم بھی بدنام ہو گئے ہوتے — میں بھی بدنام ہو گیا ہوتا

دل پہ قابو نہیں رہا اپنا — بڑھ گئی حد سے بے کلی اپنی
جانِ ارماں بغیر غم تیرا — ہو گئی تلخ زندگی اپنی

رات دن ان سے پیار کرتا ہوں — اور دیوانہ وار کرتا ہوں
چاند تاروں سے روشنی لے کر — اُن کے رُخ پر نثار کرتا ہوں

کچھ میری وفاؤں کا انہیں پاس نہیں ہے
احساس یہ ہوتا ہے کہ احساس نہیں ہے
ہم شکوۂ غم دل کا کریں تو کریں کس سے
جب ان سے وفاؤں کی ہمیں آس نہیں ہے

کل بھی ہمارا حال یہی تھا جو آج ہے
پھرتے ہیں مارے مارے ہر اک در پہ آج بھی
کل بھی ہمارا کوئی نہ تھا آج بھی نہیں
ہم رو رہے ہیں اپنے مقدر پہ آج بھی

جو لے گیا ہے چھین کر صبر و سکوں قرار
یارب اسے بھی چین نہ آئے مرے بغیر
جس طرح میں تڑپتا ہوں فرقت میں رات دن
وہ بھی کبھی قرار نہ پائے مرے بغیر

ظالم کتنے ہی کیے مہر و وفا کے بدلے
کب شکایت ہوئی تجھ سے ترے دیوانوں کو
یہ تو ہر حال میں تیرے ہیں رہیں گے تیرے
بھول سکتے نہیں ہرگز ترے احسانوں کو

جا بجا شور ہے فرشتوں میں
رقص میں ہر طرف بہار ہے آج
رونق افروز عرش اعظم پر
دونوں عالم کا تاجدار ہے آج

بنام احمد مختار طالب
مدینہ کو میں ایک چٹھی لکھوں گا
لکھوں گا یہ کہ اے سرتاج عالم
مری برباد ہے ہستی لکھوں گا

رات و دن کس کو ڈھونڈتا ہوں میں — کس کو نظریں تلاش کرتی ہیں
حسرتیں اور مری تمنّائیں — روز جلتی ہیں روز مرتی ہیں

کیا بتاؤں بتا نہیں سکتا — ہر گھڑی ان کے پاس رہتا ہے
پھر بھی دل کا عجیب عالم ہے — کھویا کھویا اداس رہتا ہے

ذکرِ غم ہی فضول ہے طالب — غم سے وابستہ سارا عالم ہے
عیش کیسا مسرتیں کیسی — ہر طرف زندگی کا ماتم ہے

آنکھوں میں پھر رہی ہیں تصویریں پھر وہ — بھولا ہوا تھا جتنے غم یاد آرہے ہیں
پھر دل الجھ رہا ہے اب کیا کروں الٰہی — زلفوں کے پھر کسی کے خم یاد آرہے ہیں

آپ ہیں بدگماں نہ جانے کیوں — غیر پر تو اعتبار کرتے ہیں
تم کو شاید یقین ہو کہ نہ ہو — ہم تمہیں دل سے پیار کرتے ہیں

یہی سنا ہے بزرگوں سے بارہا میں نے — جو اہلِ ظرف ہیں چل کر دغا نہیں کرتے
اصل سے ہوتی نہیں ہے کبھی خطا طالب — جو کم اصل ہیں وہ ہرگز وفا نہیں کرتے

روٹھ کر ہم چل دیئے نہ جانے کیوں — دل کے ارمان سارے رہ گئے دل میں
حال دل کا نہ جانے کیا ہوگا — پڑ گئی جان سخت مشکل میں